نمبر ۱۱۱ | یکم ذوالحجہ ۱۳۵۲ھ | یوم یکشنبہ | مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۳۴ء | جلد ۲۱

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰی کے متعلق ۱۵ مارچ بوقت ۳ بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی صحت خدا تعالٰی کے فضل سے اچھی ہے۔ آج صبح سیر کو بھی تشریف لے گئے ٭

جناب خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر امور عامہ ۱۵۔ مارچ سلسلہ کے بعض کاموں کی سرانجام دہی کے لئے قصور اور فیروزپور کے سفر پر روانہ ہوئے ٭

اللہ تعالٰی کے فضل سے ۹۔ مارچ گزشتہ جمعہ کے دن بائیس صاحب نے جو پنجاب کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰی کے ہاتھ پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔

مولوی عبد الرحمٰن صاحب مولوی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ کی اہلیہ صاحبہ علیل ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں ٭

قادیان میں یوم خلافت کی تقریب

۱۴۔ مارچ ۱۹۳۴ء کو قادیان میں یوم خلافت کی تقریب پر محلہ دار الفضل میں ایک جلسہ کیا گیا۔ جلسہ گاہ جھنڈیوں وغیرہ سے آراستہ کی گئی۔ مستورات کے لئے پردہ دار نشستگاہ تیار کی گئی۔ بعد نماز عصر پہلا اجلاس زیر صدارت حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب منعقد ہوا پہلی تقریر جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے۔ ناظر اعلیٰ نے "ضرورتِ خلافت" پر کی۔ اور بتایا کہ خلافت کے ساتھ وابستگی دینی و دنیوی فلاح و کامرانی کا موجب ہو سکتی ہے۔ اور مسلمانوں کے تنزل کی ایک بہت بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ خلافت کی اہمیت۔ اور خلیفہ کے متعلق اپنی ذمہ واریوں سے غافل ہو گئے۔ آپ کے بعد جناب مفتی محمد صادق صاحب نے "برکاتِ خلافت" کے موضوع پر بربناء قلت وقت مختصر سی تقریر فرمائی۔ آخر میں جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے باوجود علالت اور نقاہت کے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی خریداری کے لئے احباب کو مؤثر الفاظ میں تحریک کی اور دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

بعد نماز مغرب آٹھ بجے ملک نور الدین صاحب پنشنر کی صدارت میں مشاعرہ ہوا جس میں متعدد شعراء نے اپنا طرحی و غیر طرحی کلام سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا ٭

"یومِ خلافت"

نبی کی آنکھ کے تارے بھی نبیوں کے قمر بھی ہیں،
نبوّت کے شجر کی شاخ کے گُل بھی۔ ثمر بھی ہیں،
صفِ باطل کہاں ٹھیرے حسنؔ محمودؔ کے آگے
کہ یہ صدّیق کے مسند نشیں فضلِ عمرؔ بھی ہیں،

بوقتِ حمدِ حق الفاظ کی ہے جان خطرے میں
معانی کی دمِ نعتِ نبیؐ ہے شان خطرے میں۔

نبی کی یا امامِ وقت کی تکذیب کرنے سے
اگر ہو غوثِ اعظم بھی تو ہے ایمان خطرے میں۔

بہار آیا جو چکر میں زلازل کے تصادم سے
ہوا چھوٹا بڑا حیران و سرگردان خطرے میں۔

نہیں ہندوستاں مخصوص ان آفات کی خاطر
بلوچستان اور ایران و عربستان خطرے میں۔

نہیں موقوف مونگھیر و مظفر پور۔ پٹنہ۔ پر
بر و بحر و بیاباں دشت و ریگستان خطرے میں۔

نہیں محفوظ یورپ بھی مسیح اللہ نے فرمایا۔
کہ سکانِ جزائر میں ہے انگلستان خطرے میں۔

کیا جب خونِ ناحق اس نے ناکردہ گناہوں کا۔
پڑا اپنے ہی ہاتھوں سے فغانستان خطرے میں۔

حبیب اللہ خاں کیا جانتے تھے آپ کے پیچھے
امان اللہ خاں تھے اور نادر خان خطرے میں۔

صحائفِ آسمانی پہلی قوموں نے بگاڑے سب
مگر ان دستبردوں سے نہیں قرآن خطرے میں۔

بگڑ جائیں جب آب و باد و آتش خاک آپس میں
تو پھر کیونکر نہ موجودات کی ہو جان خطرے میں۔

سرِ منبر نہ کر واعظ! وہ باتیں آ پڑے جس سے
ہماری جان خطرے میں ترا ایمان خطرے میں۔

تجھے شاید نہیں معلوم۔ یہ دار الخلافت ہے
کہ جس کے رعب سے دشمن کے ہیں اوسان خطرے میں۔

ملا ہے اس قدر غلبہ یہاں سے دینِ فطرت کو
کہ سب ادیانِ باطل کی پڑی ہے جان خطرے میں۔

یہ وہ دار الاماں ہے جس میں ملتی ہے اماں سب کو
نہ ہیبت خان سرکش ہے نہ ننھے خان خطرے میں۔

[illegible]
[illegible] یا شیطان خطرے میں۔

سپرِ غضِ بصر کی مردِ مومن نے جو کی۔ آگے
پڑا گھر بیٹھے ہی تیرِ صفِ مژگان خطرے میں۔

بغاوت پر نہ اترا اور نہ ہو مغرور مہلت پر
کہ مغرورِ خلافت ہے عظیم الشان خطرے میں۔

گڑھے میں اونچی بلڈنگ ہے مگر یہ یاد رکھ ناداں
اگر پکوان پھیکا ہے۔ تو ہے دکان خطرے میں۔

ریاکاریٔ زاہد دیکھ کر اور اس کے لالچ کو
حذر کرتی ہیں حوریں اور ہیں غلمان خطرے میں۔

زمین و آسماں خائف ہیں جب دوزخ کی ہیبت سے
تو کیوں پروردۂ جنت نہ ہو۔ انسان خطرے میں۔

کہاں تو اور کہاں یہ بحرِ نعتِ سرورِ عالم
حسنؔ حسّان ہے عاجز یہاں سحبان خطرے میں

(حسن رہتاسی - قادیان - ۱۴ - مارچ ۱۹۳۴ء)

امرتسر کے مقدمہ کا فیصلہ

پولیس کا قابلِ تعریف رویّہ

گزشتہ سال امرتسر میں سیرت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسہ کے موقعہ پر جن لوگوں نے احمدیوں پر حملہ کر کے کئی ایک کو سخت زخمی اور مجروح کر دیا تھا۔ ان میں سے بہت سے تو پولیس کے آنے پر بھاگ گئے تھے۔ اور جو ۱۶ - اشخاص موقعہ پر گرفتار کئے گئے۔ ان کا زیر دفعہ ۱۴۷ - تعزیرات ہند چالان ہوا تھا۔ یہ مقدمہ لالہ سنت رام صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں زیر سماعت تھا۔ ۱۲ مارچ فاضل مجسٹریٹ نے تمام ملزموں کو زیر دفعہ ۱۴۷ - مجرم قرار دیتے ہوئے ایک کو ایک سال قید سخت ۱۰ - مجرموں کو چھ چھ ماہ قید سخت اور پانچ کو ایک ایک سال کے لئے ایک ہزار کی ضمانت نیک چلنی داخل کرنے کا حکم دیا۔ جنہیں ضمانت داخل ہونے پر رہا کر دیا گیا۔

جس وقت سیرت النبیؐ کے جلسہ کو درہم برہم کرنے کے لئے امرتسر میں احمدیوں پر حملہ کر کے انہیں زخمی کیا گیا تھا۔ اس وقت سخت رنج پہنچا تھا۔ نہ صرف اس لئے کہ ہمارے بھائیوں کا سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ حسنہ بیان کرنے کی وجہ سے خون بہایا گیا تھا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ حملہ ان لوگوں نے کیا تھا۔ جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور اب بھی رنج پہونچا ہے۔ جبکہ باقاعدہ تحقیقات کے بعد ان کے مجرم ثابت ہونے پر عدالت نے انہیں سزائیں دیں۔ اگر ان لوگوں کی طرف سے جنہوں نے پس پردہ رہ کر کچھ عاقبت نا اندیش اشخاص کو آگے دھکیل دیا آئندہ پُر امن رہنے اور قانون کی پابندی کرنے کے متعلق اطمینان دلایا جاتا تو امید کی جا سکتی تھی۔ کہ ذمہ وار حکام مجرموں کے جُرم کو نظر انداز کر دیتے لیکن سنا گیا ہے۔ کہ حکام کو اس قسم کا اطمینان دلانے کی بجائے دھمکیاں دیتے ہوئے مقدمہ واپس لینے کے لئے کہا گیا۔ دھمکیوں کا جواب تو انہیں یہ ملا۔ کہ اگر پھر قانون شکنی کی جائے۔ تو حکام کس لئے ہیں۔ اور جو لوگ ماخوذ تھے۔ انہی کا معاملہ عدالت میں چلتا رہا۔ اس کا جو نتیجہ ہوا۔ وہ ظاہر ہے۔ ان لوگوں نے جنہوں نے دوسروں کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ احمدیوں کے لہولہان ہونے پر خوشیاں منائی تھیں۔ اور اپنی جوانمردی اور بہادری پر فخر بھی کیا تھا۔ لیکن اب جبکہ ماخوذین کو مجرم قرار دے کر سزا دی گئی ہے۔ ہمیں رنج اور افسوس ہے اور ان کے ساتھ ہمدردی بھی۔ کاش وہ قانون شکنی کے مرتکب نہ ہوتے۔ بلا وجہ اور بلا قصور احمدیوں کو زخمی نہ کرتے۔ تاکہ قانونی گرفت میں آکر مالی اور جانی نقصان نہ اٹھاتے۔

اس موقعہ پر ہم امرتسر کی پولیس کے ذمہ وار اصحاب کی قابلیت اور سرگرمی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے باوجود کئی قسم کی روکاوٹوں اور مشکلات کے کیس کو نہایت عمدگی سے تیار کیا۔ اور ضروری ثبوت بہم پہنچانے کے لئے پوری...

الفضل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر ۱۱۱ | قادیان دارالامان مورخہ یکم ذوالحجہ ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

قادیان کی مقامی پولیس کا رویّہ افسرانِ بالا کے سامنے

واقعات کو غلط پیرایہ میں پیش کیا جاتا ہے

پولیس کا قابلِ اصلاح رویّہ

"الفضل" کے ایک گزشتہ پرچہ میں مقامی پولیس کے متعلق یہ بتاتے ہوئے کہ وُہ خواہ مخواہ جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے اور اس پر بے امنی پھیلانے کا الزام لگانے کے لئے حکامِ بالا کے سامنے واقعات کو بالکل غلط۔ اور بناوٹی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ اس کے ثبوت میں بعض امُور کا مختصراً ذکر کیا گیا تھا۔ اس کے متعلق اس وقت کسی قدر تفصیل پیش کی جاتی ہے اور ہم اس بارے میں ایک سلسلۂ مضامین لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ افسرانِ بالا پر اچھی طرح واضح ہو جائے۔ کہ مقامی پولیس کا رویہ کس قدر قابلِ اصلاح اور جماعت احمدیہ کے لئے کتنا تکلیف دہ ہے اور اس کی وجہ سے بے امنی و بے چینی پیدا کرنے کی ساری ذمہ داری پولیس پر عائد ہوتی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر جو حال ہی میں اس ضلع میں تشریف لائے ہیں۔ اور انصاف پسندی اور معاملہ فہمی کے متعلق نہایت عُمدہ شہرت رکھتے ہیں۔ اس اہم امر کے متعلق فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔ نیز مجسٹریٹ صاحب علاقہ جناب سردار غلام حسین صاحب جو ایک قابل اور شریف انسان ہیں۔ اور اعلےٰ درجہ کی انتظامی قابلیت رکھتے ہیں ان سے بھی ہمیں توقع ہے۔ کہ اصلاح حال کے لئے پوری کوشش فرمائیں گے۔ خان بہادر شیخ عبد العزیز صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس سے بھی گزارش ہے۔ کہ فوری توجہ فرمائیں اور جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے کیلئے جو حرکات کی جا رہی ہیں۔ ان کا اپنی بہترین قابلیت سے انسداد فرمائیں:۔

جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ اور احراری

جیسا کہ سابقہ مضمون میں لکھا جا چکا ہے۔ گزشتہ دسمبر کے ان ایام میں احراریوں نے قادیان میں اپنا جلسہ تجویز کیا۔ جن میں بالیس سال سے متواتر جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ قادیان میں ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور جس میں شامل ہونا احمدی اپنا مذہبی فرض۔ اور اپنے لئے دینی برکات کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور دور دراز کے علاقوں سے لوگ بہ تعداد کثیر سخت سردی کے ایام میں کئی قسم کی تکالیف اٹھا کر آتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر مخالفانہ جلسہ کرنے اور اس کے متعلق نہایت اشتعال انگیز اشتہارات شائع کرنے کی غرض سوائے فتنہ پردازی اور شرارت کے اور کیا ہوسکتی ہے؟ احراریوں کے لئے یہ ایام کسی قسم کی خصوصیت نہیں رکھتے تھے۔ اور اگر ان کی غرض محض اپنا جلسہ کرنا ہوتی۔ تو وُہ دُوسرے ایام میں جلسہ کرسکتے تھے۔ لیکن انہوں نے محض احمدیوں کی دل آزاری کے لئے ایسا موقعہ تجویز کیا۔ جبکہ قادیان میں احمدیوں کا بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ اور اس طرح کوشش کی۔ کہ احمدیوں سے تصادم پیدا کریں۔ اور کوئی فتنہ اٹھا کر شور مچائیں:۔

غلط رپورٹ کا نتیجہ

اس موقعہ پر مقامی پولیس کا فرض تو یہ تھا۔ کہ وُہ فتنہ پیدا کرنے والوں کا انسداد کرتی۔ اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دیتی۔ جس سے تصادم کا اندیشہ ہوتا۔ لیکن جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ اس نے ایک طرف تو فتنہ پردازوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اور انہیں اس موقعہ پر جلسہ منعقد کرنے سے نہ روکا۔ اور دوسری طرف حکام بالا کو اس قسم کی اطلاعات بھیجکر کہ احمدیوں کی طرف سے فساد کا خطرہ ہے۔ پولیس کی ایک خاصی جمعیت منگائی۔ اور مجسٹریٹ علاقہ جناب سردار غلام حسین صاحب کو بھی اس موقعہ پر آنا پڑا۔ چونکہ یہ رمضان کے ایام تھے۔ اور سردار صاحب موصوف حافظِ قرآن ہونے کا شرف رکھنے کی وجہ سے بٹالہ میں روزانہ نماز تراویح میں قرآن کریم سناتے تھے۔ اس لئے انہیں روزانہ شام کو واپس جانا پڑتا۔ اور پھر صبح تشریف لے آتے۔ باوجود اس کے کہ احراریوں نے اپنے جلسہ کی آڑ میں اشتعال انگیزی اور فتنہ پردازی کی کوشش کی۔ احمدیوں کی طرف سے کسی قسم کے تصادم کا قطعاً امکان نہ تھا۔ چنانچہ یہ بات جناب مجسٹریٹ صاحب پر بھی اچھی طرح واضح ہوگئی۔ اور ان کو خواہ مخواہ جو تکلیف اٹھانی پڑی۔ اس کا باعث مقامی پولیس ہی بنی۔ جس نے حالات کو بالکل غلط۔ اور تشویش انگیز صورت میں حکام کے سامنے رکھا:۔

احراریوں کے جلسہ میں احمدیوں کو جانے کی ممانعت

اگرچہ جلسہ کرنے والوں کی اشتعال انگیزیوں اور خلافِ امن حرکات کو دیکھتے ہوئے ان کے جلسہ میں احمدیوں کی شمولیت کا کوئی امکان نہ تھا۔ تاہم جناب مجسٹریٹ صاحب نے جماعت کے ذمہ دار ارکان کو مشورہ دیا۔ کہ احمدیوں کو جلسہ میں نہ جانا چاہیئے۔ اس پر مجسٹریٹ صاحب علاقہ کے منشا کو پورا کرنے کے لئے اس بات کا خاص طور پر انتظام کر دیا گیا۔ کہ کوئی احمدی احراریوں کے جلسہ میں نہ جائے اور چونکہ جلسہ سالانہ کی وجہ سے احمدیوں کی بہت بڑی تعداد قادیان میں موجود تھی۔ جس میں بیرونجات کے بہت سے احمدی بھی تھے۔ اس لئے احراریوں کے جلسہ گاہ میں جانے کے لئے جو رستے تھے۔ ان پر آدمی مقرر کر دیئے گئے۔ تاکہ اگر کوئی ناواقف احمدی ان کے جلسے میں جانے کے لئے وہاں پہونچے۔ تو اسے واپس کر دیا جائے۔ اس انتظام کے باوجود اگر کوئی باہر کا احمدی جسے روکنے والوں نے نہ پہچانا۔ چلا گیا ہو۔ تو اس کے جانے پر نہ اعتراض کیا جاسکتا ہے نہ اس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے۔ کہ احمدی ضرور جلسہ میں گئے ہوں گے:۔

اپنے مکان میں اشعار پڑھنے سے پولیس نے روک دیا

اس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ نے کسی قسم کا خدشہ پیدا ہونے کے متعلق کس قدر احتیاط سے کام لیا۔ اور کس طرح ہر ممکن کوشش کی۔ کہ احراریوں کو کسی قسم کی شکایت نہ پیدا ہو۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کی غرض جلسہ کرنا نہ تھی۔ بلکہ جماعت احمدیہ کے خلاف شور مچانا تھی۔ جس میں مقامی پولیس ان کی مددگار بنی ہوئی تھی۔ اس لئے جب انہیں فساد کے لئے کوئی اور بات نہ سُوجھی۔ تو انہوں نے اپنی جلسہ گاہ کے تھوڑی دُور ایک احمدی کے مکان میں ایک دو مہمان احمدیوں کے اشعار پڑھنے پر شور مچا دیا۔ جو اپنے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر شائع ہونے والی ایک نئی کتاب میں سے پڑھ رہے تھے۔ اور اس موقعہ پر عموماً مذہبی اشعار مہمان اپنی اپنی قیام گاہوں پر فارغ اوقات میں پڑھا کرتے ہیں۔ یہ کوئی جرم نہ تھا۔ لیکن جب احراریوں نے اس بارے میں خواہ مخواہ الجھنا چاہا۔ اور یہ کہکر شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ شعر پڑھنے والوں کی آواز ان تک پہونچتی ہے۔ تو مقامی پولیس کے انچارج نے حکم نافذ کر دیا۔ کہ احمدی اشعار پڑھنا بند کر دیں۔ کیونکہ اس سے فساد کا خطرہ ہے۔ اگرچہ یہ حکم صریحاً غلط تھا۔ ایک احمدی کے مکان میں احمدی مہمان مذہبی اشعار پڑھ رہے تھے جن میں احراریوں کے خلاف ایک لفظ بھی نہ تھا۔ نہ کسی اور کے متعلق کوئی دل آزار بات تھی۔ تاہم شعر پڑھنے بند کر دیئے گئے:۔

دل آزار پوسٹر پھاڑنے کا واقعہ

اس پر احراریوں نے جب دیکھا۔ کہ شرارت کا یہ موقعہ بھی ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ تو انہوں نے اس وقت ایک احمدی کے مکان کی دیوار پر باوجود اس کے منع کرنے کے ایک پوسٹر چسپاں کر دیا۔ وُہ پوسٹر اس جلسہ کے متعلق نہ تھا۔ جو منعقد کیا جا رہا تھا۔ اور جس کے انعقاد کے لئے پولیس وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ بلکہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اور جماعت احمدیہ کے متعلق نہایت اشتعال انگیز بدزبانی۔ اور بے ہودہ سرائی کی گئی تھی۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ کارروائی محض شرارت کے طور پر کی گئی۔ ورنہ جلسہ کے موقعہ پر اس کے چسپاں کرنے کا کیا مطلب تھا۔ وُہ جلسہ کا پروگرام نہیں تھا۔ اس میں یہ نہیں لکھا تھا۔ کہ فلاں فلاں لوگ اس جلسہ میں تقریریں کریں گے۔ اس میں یہ نہیں بتایا گیا تھا۔ کہ فلاں فلاں مضامین پر تقریریں کی جائیں گی۔ وُہ بالکل غیر متعلق اشتہار تھا۔ جس میں جماعت احمدیہ کو اشتعال دلایا گیا۔ اور اس کی دل آزاری کی گئی تھی۔ پھر باوجود منع کرنے کے ایک احمدی کے مکان پر اسے چسپاں کیا گیا۔ تاکہ فتنہ پیدا ہو۔ جب اس احمدی کے منع کرنے کی کوئی پروا نہ کی گئی۔ اور اشتہار لگا ہی دیا گیا۔ تو احمدی نے وُہ اشتہار اکھیڑ دیا۔ اس پر احراریوں نے پولیس کو مخاطب کرتے ہُوئے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ دیکھو ہمارے اشتہار پھاڑے جا رہے ہیں۔ اس طرح فساد ہو جائے گا۔ سر پھٹ جائیں گے۔ ہم یہ کر دینگے۔ وُہ کر دینگے:۔

انچارج پولیس کا افسوسناک رویہ

اس موقعہ پر پولیس نے جو رویہ اختیار کیا۔ وُہ نہایت ہی افسوسناک تھا۔ اول تو پولیس کے انچارج صاحب نے جن کے سامنے وُہ اشتہار احمدی کے مکان پر لگایا گیا تھا۔ احمدی کے پروٹسٹ کرنے کے باوجود اشتہار لگانے سے منع نہ کیا۔ اور جب احمدی نے اس نہایت دل آزار اشتہار کو اتار دیا۔ اور لگانے والوں نے بے ہودہ شور مچانا شروع کر دیا۔ تو پولیس انچارج صاحب ان کا شور بند کرنے کی بجائے احمدیوں کو ڈانٹنے لگ گئے۔ اور احراریوں سے کہا۔ کہ آپ لوگ تو اشتہار کو روتے ہیں۔ یہاں تو مکان گرا دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ اس پر ایک احمدی نے جسے اس موقعہ کی رپورٹ لینے کے لئے متعین کیا گیا تھا۔ پولیس انچارج صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اس قسم کا الزام لگانا آپ کی پوزیشن۔ اور اس موقعہ کے لحاظ سے موزون نہیں۔ تو نہ صرف اس سے درشت کلامی کی گئی۔ بلکہ اس کے خلاف افسرانِ بالا کو یہ بالکل جھوٹی رپورٹ کر دی گئی۔ کہ اس نے احراریوں کا اشتہار پھاڑ کر فساد پیدا کرنا چاہا تھا:۔

مالکِ مکان کی خلاف مرضی مکان پر اشتہار لگانا

بے شک ایک احمدی نے اشتہار اتار اتھا۔ مگر اس نے نہیں جس کے متعلق مقامی پولیس نے رپورٹ کی۔ بلکہ اس نے اتارا تھا۔ جس کے منع کرنے کے باوجود اس کے مکان پر وُہ نہایت دل آزار اشتہار چسپاں کیا گیا تھا۔ اور یہ ہر شخص کا حق ہے۔ کہ کسی کو اپنے مکان پر کسی قسم کا اشتہار لگانے سے منع کر دے۔ اور اگر وُہ باز نہ آئے تو اشتہار اتار دے ۔ کوئی قانون اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ کہ اپنی خلاف مرضی کسی اشتہار کو وُہ اپنے مکان پر چسپاں رہنے دے۔ کجا ایک ایسا دل آزار اشتہار جس میں اس کے بزرگوں پر جھوٹے اور غلط الزامات لگائے گئے ہوں۔ اور اس طرح اس کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگائی گئی ہو۔ مگر پولیس مجبور کرے۔ کہ ایسا اشتہار نہ اتارا جائے۔ لیکن مقامی پولیس نے نہ صرف اس قسم کا اشتہار ایک احمدی کے مکان پر لگانے والوں کو نہ روکا۔ بلکہ اشتہار اتارنے والے احمدی کے سر ہو گئی۔ اور سُنا گیا ہے۔ افسران بالا کو یہ رپورٹ کی گئی۔ کہ احمدیوں نے احراریوں کے اشتہار پھاڑ کر بدامنی اور فساد پیدا کرنا چاہا تھا اگر انچارج پولیس کو فرض شناسی کا کچھ بھی احساس ہوتا۔ تو چاہیئے تھا کہ جن لوگوں نے ایک اشتعال انگیز اور دل آزار اشتہار احمدی کے مکان پر لگایا تھا۔ ان کے خلاف رپورٹ کرتا۔ اور انہیں فساد پیدا کرنے والے قرار دے کر ان کے متعلق قانونی کارروائی کرنے کی ضرورت ظاہر کرتا۔ لیکن اس نے الٹا احمدیوں پر الزام لگا دیا:۔

الٹی گنگا بہانے کی کوشش

کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ حکومت کے خلاف اگر کسی سرکاری عمارت پر کوئی اشتہار چسپاں کیا جائے۔ اور اسے کوئی سرکاری ملازم پھاڑ دے۔ تو پولیس اشتہار چسپاں کرنے والے کی بجائے پھاڑنے والے کو ملزم قرار دے گی۔ اور اس کے خلاف افسران بالا کے پاس رپورٹ کرے گی۔ سرکاری عمارتیں تو الگ رہیں۔ اگر کسی پرائیویٹ عمارت پر بھی حکومت کے خلاف اشتہار چسپاں کیا جائے۔ تو فرض شناس پولیس اپنا فرض سمجھتی ہے۔ کہ اسے اتار دے۔ اور اشتہار لگانے والے کو گرفتار کر کے اس کے خلاف قانونی کارروائی کرائے۔ لیکن قادیان کی پولیس کے انچارج صاحب نے الٹی گنگا بہانے کی کوشش کی۔ ان لوگوں کے خلاف تو کوئی کارروائی کرنے کی ضرورت نہ سمجھی جنہوں نے ازراہ شرارت ایک نہایت اشتعال انگیز پوسٹر ایک احمدی کے مکان پر چسپاں کر کے فتنہ پیدا کرنا چاہا۔ لیکن مکان کے مالک احمدی نے جب ایسا اشتہار اتار دیا۔ تو اسے مجرم قرار دے دیا گیا۔ اور رپورٹ کر دی گئی۔ کہ احمدیوں نے اشتہار پھاڑ کر فساد کرنا چاہا تھا:۔

احراریوں کے جلسہ کو غیر معمولی اہمیت دی گئی

اسی سلسلہ میں ہمیں یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ اس جلسہ کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہُوئے کہا گیا۔ کہ اس میں تین ہزار کے قریب لوگ جمع تھے۔ جنہیں احمدیوں نے اشتعال دلا کر۔ اور ان کے جلسہ میں مزاحم ہو کر فساد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اگر فساد ہو جاتا۔ تو پھر کیا ہوتا۔ ایسی حالت میں قتل عام شروع ہو جاتا ہے۔ مکانوں کو آگ لگا دی جاتی ہے۔ اور بھی کئی قسم کے حادثات رونما ہو جاتے ہیں۔ مگر اس قسم کی قیاس آرائیاں محض جماعت احمدیہ کو زیرِ الزام لانے کے لئے کی گئیں۔ ورنہ احمدیوں نے نہ تو کسی قسم کا فساد پیدا کرنا چاہا۔ اور نہ تین ہزار کا کوئی مجمع ہُوا۔ وُہ مسجد جس میں احراریوں نے جلسہ کیا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ تین سو آدمی سما سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کی اس میں گنجائش ہی نہیں۔ ایسی جگہ تین ہزار انسان کس طرح جمع ہُوئے۔ پھر قادیان میں اڑھائی سو سے زیادہ کسی صورت میں بھی غیر احمدی مردوں کی تعداد نہیں۔ اور ان میں سے بھی بہت سے احراریوں کی فتنہ انگیزیوں میں حصہ نہیں لے رہے ارد گرد کے دیہات سے بھی کسی نے اس جلسہ میں شمولیت کے لئے لوگوں کو آتے نہ دیکھا۔ پھر تین ہزار کا مجمع کہاں سے اور کس طرح ہو گیا۔ دراصل یہ بھی معاملہ کو خطرناک دکھانے اور افسرانِ بالا کو تشویش میں ڈالنے کے لئے کہا گیا:۔

اشتعال انگیز تقریریں

دوسری حرکات کے علاوہ جلسہ میں جو تقریریں کی گئی تھیں۔ وُہ بھی حد درجہ اشتعال انگیز تھیں۔ اور ان میں سخت بدزبانی کی گئی۔ اور ساتھ ہی یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ وُہ جو الزامات لگائے ہیں۔ ان کا جماعت احمدیہ کوئی جواب نہیں دے سکتی۔ اس بات کا علم ہونے پر دو مبلغین کو وہاں بھیجا گیا۔ انہوں نے تحریری طور پر جواب دینے کے لئے وقت کا مطالبہ کیا۔ لیکن جب وقت دینے سے انکار کر دیا گیا۔ تو وُہ اٹھ کر چلے آئے۔ اسے اس جلسہ میں احمدیوں کی شمولیت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور یہ کہنا بالکل ہی غلط ہے۔ کہ احمدیوں نے جلسہ میں گھس کر گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ گڑبڑ تو الگ رہی۔ احمدی مبلغین نے جواب دینے کے لئے اجازت بھی زبانی طلب نہ کی۔ تا یہ نہ کہا جا سکے۔ کہ تقریر میں خلل ڈالا گیا ہے۔ بلکہ لکھ کر دیا۔ اور یہ وُہ احتیاط تھی۔ جو انتہائی طور پر کی جا سکتی تھی:۔

افسرانِ بالا سے درخواست

اس ایک معاملہ میں ہی مقامی پولیس نے جو روش اختیار کی وُہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔ کہ اس نے ایک تو جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے کے لئے اپنی فرض شناسی سے لاپرواہی کا ثبوت دیا۔ امن شکن حرکات کرنے والے لوگوں کی اس نے کھلم کھلا حمایت کی۔ اور واقعات کو ایسے رنگ میں ظاہر کیا جس کا اصلیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور دوسری طرف حکامِ بالا کو بلا وجہ اور بلا ضرورت تشویش اور پریشانی میں مبتلا کیا۔ پولیس کا کام امن قائم رکھنا۔ اور حکام بالا کو صحیح حالات سے واقف کرنا ہے۔ لیکن مقامی پولیس کے متعلق افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس نے اس کا خیال نہیں رکھا۔ اور ہمیں مجبور کر دیا ہے۔ کہ افسرانِ بالا کے سامنے اس کا رویہ پیش کر کے اصلاحِ حال کی درخواست کریں۔ امید ہے۔ کہ ہمارے ضلع کے قابل اور مدبر ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر فوری توجہ فرمائیں گے۔ اسی طرح مجسٹریٹ صاحب علاقہ اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس بھی معاملہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہُوئے ... مقامی پولیس کے رویہ کی نہ صرف اصلاح کی ضرورت محسوس کریں گے۔ بلکہ جلد سے جلد اصلاح کر دیں گے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

دشمنان احمدیت کی فتنہ انگیزیوں کا صبر اور استقلال سے مقابلہ کرو

دعاؤں اور انابت الی اللہ کی طرف توجہ کی ضرورت

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۹ مارچ ۱۹۳۴ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے پچھلے جمعہ میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی خصوصاً ان لوگوں کو جنہوں نے میری

جلسہ سالانہ والی تحریک

کے مطابق اس امر کا عہد کیا ہے۔ کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کریں گے۔ اور جماعت کی اصلاح کی بھی کوشش کریں گے۔ کہ ان ایام میں ہماری جماعت کے خلاف ایک ایسا جوش پیدا ہو رہا ہے جس کی مثال پہلے اوقات میں کم ملتی ہے۔ اس لئے ہمیں خصوصیت سے دعاؤں اور

انابت الی اللہ کی طرف توجہ

کرنی چاہیئے:

ہمارے کاموں کی بنیاد درحقیقت اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہی ہے۔ اور اس کی امداد کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ جیسا کہ اس کی قدیم سے سنت چلی آئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے

الہام کی بارش

نازل ہوتی ہے۔ تو جس طرح اس بارش سے نیکی اور تقوےٰ کا بیج پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح

شیطنت اور شرارت کا بیج

بھی پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا الہام اور اس کی وحی بالکل بارش کی طرح ہوتی ہے۔ جس طرح بارش کا پانی صرف میٹھے شیریں اور نفع رساں پھلوں پر ہی اثر نہیں کرتا۔ بلکہ تکلیف دہ، نقصان رساں اور کڑوے پھل بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کا الہام

بُرے اور بھلے پر یکساں اثر

ڈالتا ہے۔ وہ بُرے شخص کو اس کی برائی میں۔ اور اچھے کو اس کی نیکی میں ترقی دے دیتا ہے۔ اپنی ذات میں پانی نہ شیرینی رکھتا ہے نہ کرواہٹ۔ بلکہ شیرینی بھی اس چیز کے اندر سے پیدا ہوتی ہے اور کرواہٹ بھی اس کے اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ بارش کا کام اس میں نشوونما دے دینا ہوتا ہے۔ الہام الٰہی بھی بعینہٖ اسی طرح ہوتا ہے۔ اور وہ بھی نشوونما دے دیتا ہے پس الہام الٰہی سے جس طرح

نیکوں کی خفتہ طاقتیں

بیدار ہوتی ہیں۔ اسی طرح بدمعاشوں کی طاقتیں بھی ابھر آتی ہیں۔ اور وہ اس قسم کا رنگ اور طریق اختیار کر لیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں دوبارہ

پرانے شیطانوں کی یاد

تازہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک نبی کی آمد کے ذریعہ دوبارہ پہلے انبیاء کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ پس ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمارا مقابلہ ایسی طاقتوں سے ہے۔ جو ہماری طرح ہی آسمانی پانی سے مؤید ہیں:

درحقیقت جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

آسمانی پانی سے مؤید

تھے۔ اسی طرح ابوجہل بھی آسمانی پانی سے مؤید تھا۔ قرآن مجید خود کہتا ہے۔ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا۔ یعنی

قرآن مجید کے دو کام

ہیں۔ یہ گمراہ کو اس کی گمراہی میں بڑھاتا۔ اور ہدایت یافتہ کو اس کی ہدایت میں ترقی دے دیتا ہے۔ پس جس طرح قرآن مجید کی وحی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھیت کو بڑھاتی۔ اور سینچتی تھی۔ اسی طرح قرآن مجید کی وحی ابوجہل کے کھیت کو بھی سینچتی اور بڑھاتی تھی۔ اور جس طرح محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیکی خدا تعالیٰ کے ایک قانون سے تائید یافتہ تھی۔ اسی طرح

ابوجہل کی بدی

بھی ایک قانون سے مؤید تھی۔ ایک قانون اس کو مدد دے رہا تھا۔ اور ایک قانون اس کو مدد دے رہا تھا۔ جس طرح دوسری جگہ بھی فرمایا۔ کلا نمد ھؤلاء و ھؤلاء یعنے نیک کو اس کی

نیکی کے مطابق

خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید ملتی ہے۔ اور بد کو اس کی بدی کے مطابق تائید ملتی ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ بدی کو بڑھاتا ہے۔ بلکہ اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے۔ کہ بدی باوجود اپنی ساری طاقتوں کے نیکی پر غالب نہیں آسکتی۔ اگر بدی کا سر پہلے ہی کچل دیا جائے۔ تو وہ جلال جو انبیاء کی جماعتوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ

خدا تعالیٰ کی تائید کا مظاہرہ

جو مخالف حالات کے باوجود رونما ہوتا ہے۔ شاندار طور پر ظاہر ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کا کلام دونوں سامان ساتھ لاتا ہے۔ اس میں وہ سامان بھی ہوتا ہے۔ جو نیک کو اس کی نیکی میں بڑھا دیتا ہے اور وہ سامان بھی ہوتا ہے۔ جو شریر کو اس کی شرارت میں بڑھا دیتا ہے۔ اگر الہاموں کا ایک پہلو مومنوں کے

ایمانوں کے ازدیاد کا موجب

بنتا ہے۔ تو اس کا دوسرا پہلو مخالفین کے لئے اعتراضات پیدا کرنے کا موجب ہو جاتا ہے۔ اگر ایک طرف جب نشان ظاہر ہو۔ تو مومن کہتے ہیں۔ کتنا عظیم الشان نشان ہے۔ کیسا واضح اور کتنا کھلا ہے۔ تو دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ اس سے مراد کیا ہے۔ ایک

بے معنے فقرہ

ہے۔ جسے نشان سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اس طرح انبیاء کی تقریروں کا حال ہوتا ہے۔ اگر ایک طرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وعظوں کو سنکر مومنین کہہ اٹھتے۔ کہ کیا

عجیب نکات معرفت

بیان کئے گئے ہیں کتنے زبردست دلائل ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا دل کے تمام زنگ دور کر دیئے گئے۔ تو دوسری طرف قرآن مجید

سے معلوم ہوتا ہے کہ منافق کہا کرتے۔ کہ ماذا قال انفاً یہ ابھی ابھی کیا کہہ رہے تھے۔ گویا ایک ہی تقریر ہے۔ مگر ایک۔ تو سنکر کہتا ہے۔ کہ

معرفت کے دریا

بہادیئے گئے۔ اور دوسرا کہتا ہے۔ کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔ انہوں نے کیا کہا ہے۔ پس درحقیقت دونوں چیزیں خدا تعالےٰ سے موید ہیں۔ اور دونوں

وحی والہام سے تائید یافتہ

ہیں۔ جس طرح خدا کا پانی میٹھے کو اس کی شیرینی میں بڑھادیتا ہے۔ اسی طرح کڑوے کو اس کی کرواہٹ میں بھی بڑھادیتا ہے۔

پس ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جن لوگوں سے ہمارا مقابلہ ہے۔ وہ ہماری طرح ہی اللہ تعالےٰ کے ایک قانون سے مؤید ہیں۔ اس کا ایک قانون ہماری تائید میں ہے۔ اور وہ یہ کہ نیکی بڑھتی ہے۔ اور اس کا ایک قانون ان کی تائید میں ہے۔ اور وہ یہ کہ انبیاء کی جماعتوں کے مقابل تمام مخالف طاقتیں اپنی عداوتوں کو بھولکر

الکفر ملة واحدہ

کے مطابق متحد ہو جاتی ہیں۔ اور چاہتی ہیں۔ کہ ہر ممکن طریق سے نبی کی جماعت کو صفحہ ہستی سے معدوم کردیں ؛

اس زمانہ میں ہی دیکھ لو۔ احمدیت کی مخالفت میں ہندو سکھ عیسائی مسلمان سب متحد ہیں۔ الا ماشاء اللہ ہر قوم میں کچھ شریف لوگ موجود ہوتے ہیں۔ اور وہ دل میں

ہدایت کی تڑپ

رکھتے ہیں۔ ان کا اس جگہ ذکر نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو تعصب کا شکار ہیں۔ خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ سب احمدیت کے خلاف اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی اس طرح تائید کرتے ہیں۔ کہ انسان حیران رہ جاتا ہے ؛

کتنی موٹی سے موٹی بات ہو۔ مخالفوں کے سامنے جب اسے پیش کرو۔ وہ ہمیشہ اس کے ماننے سے انکار کردیں گے۔ ایک مذہب کے متعصب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کے متعصب سے اپیل کرو بجائے صداقت کی تائید کرنے کے دوسرے مخالف کی تائید کرے گا۔ گو وہ اس کے مذہب کا بھی مخالف ہو۔ غرض اس قسم کے لوگوں میں جدھر بھی تم توجہ کرو گے۔ فطرت کو دھنیا ہوا اور نیکی کو مردہ پاؤ گے۔ اور سب میں اس غرض کے لئے اتحاد دیکھو گے کہ وہ احمدیت کو کچل دیں۔ ایسے حالات میں ہمارے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ ہم

صبر و استقلال سے دشمن کا مقابلہ

ایسے رنگ میں کریں۔ کہ اسے ہمارے کسی فعل پر گرفت کا موقعہ نہ مل سکے۔ میں نے پچھلے دنوں خصوصیت سے قادیان والوں کو توجہ دلائی

تھی۔ کہ یہاں ایسے فتنے پیدا کئے جارہے ہیں۔ جن کی غرض یہ ہے۔ کہ وہ ہمارے

اخلاق پر دھبہ

لگائیں۔ پھر یہاں کچھ احراری آگئے ہیں۔ بعض پولیس کے لوگ ہیں جو ہمارے خلاف کوششیں کر رہے ہیں۔ کچھ غیر احمدیوں میں سے کھڑے ہو گئے ہیں۔ کچھ سکھوں اور ہندوؤں میں سے۔ ان سب کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ وہ دنیا کے سامنے ہم پر یہ الزام لگائیں۔ کہ ہم اخلاق کے کچے ہیں۔ ہماری جماعت کے بعض بے وقوف یا منافق اپنی بیوقوفی یا منافقت سے بعض دفعہ مخالفوں کو خود ایسے مواقع بہم پہنچا دیتے ہیں جن کے ماتحت انہیں شرارتوں میں اضافہ اور ہماری

نیکیوں پر پردہ ڈالنے کا موقع

مل جاتا ہے ؛

میں نے توجہ دلائی تھی۔ کہ ایسے امور سے احتراز کیا جائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ باوجود توجہ دلانے کے جماعت میں ایک طبقہ ایسا ہے جو اس خوف سے گھبرایا پھرتا ہے۔ کہ یہاں احراری آگئے ہیں۔ حالانکہ کیا شیر بھی اس وقت خوف کھایا کرتا ہے۔ جب اس کی کچھار میں کوئی بکری آجائے۔ اگر تم واقعی سمجھتے ہو۔ کہ تم

ایک نبی کی جماعت

ہو۔ اور خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ تو تم صحیح ذرائع اختیار کرکے ان کے ماتحت اس شر کے

ازالہ کی کوشش

کرو۔ مگر ڈر کس بات کا؟ کیا شیر کی غار میں جب کوئی بکری آجائے۔ تو وہ ڈرا کرتا ہے۔ آخر جب ساری دنیا نے احمدیت میں داخل ہونا ہے تو کیا احراری اس دنیا سے علیحدہ ہیں۔ کہ یہ جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے رہ جائیں گے۔ یا کیا یہ آسمان پر چلے جائیں گے۔ اگر ان لوگوں نے بھی دنیا میں ہی رہنا ہے۔ اور آج نہیں کل احمدیت میں داخل ہونا ہے تو کیوں آج سے ہی کام شروع نہیں کردیتے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے آج ہی احمدیت میں داخل ہو جائیں۔ ابھی احراریوں نے یہاں کوئی زمین خریدی ہے۔ اور وہاں ایک مسجد بنانے لگے ہیں۔ بعض نے مجھے لکھا۔ کہ اس پر حق شفع کی نالش کرنی چاہیئے۔ مگر تمہارا اس میں کیا حرج ہے۔ تم یہ سمجھ لو۔ کہ تھوڑے دنوں تک اللہ تعالےٰ یہ مسجد بھی تمہارے قبضہ میں دے دیگا۔ آخر جب

دنیا کی ساری مسجدیں تمہارے قبضہ میں

آنی ہیں۔ تو کیا احراریوں کی یہ مسجد تمہارے قبضہ میں نہیں آئے گی۔

دراصل یہ تمام گھبراہٹ عدم ایمان یا کمزوری ایمان پر دلالت کرتی ہے۔ اور بعض دفعہ منافق شرارت کرکے گھبراہٹ میں مبتلا کردیا کرتا ہے میں نے کئی دفعہ سنایا ہے۔ یہاں ایک دفعہ ہندوؤں کو کوئی شکایت پیدا ہوئی۔ ان میں سے ایک نے فساد کرنے کی نیت سے اس وقت جب سکول کے لڑکے بازار سے گذر رہے تھے۔ اپنی مٹھائی کا تھال

اٹھا کر پھینک دیا۔ اور شور مچادیا۔ کہ میری دوکان انہوں نے لوٹ لی ہے۔ وہ واقعہ تو خدا تعالےٰ کے فضل سے دب گیا۔ مگر میں نے لڑکوں کو اس طرف سے گزرنے سے روک دیا۔ اس سے بعض لوگوں کو اور غصہ آیا۔ اور ایک دن ایک فسادی نے احمدیہ بورڈنگ میں آکر بڑے زور سے شور مچادیا۔ کہ بازار میں ہندوؤں کی احمدیوں سے لڑائی ہوگئی ہے۔ کئی آدمی مارے گئے۔ اور کئی زخمی ہوگئے ہیں۔ اور نیر صاحب خون میں تڑپ رہے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں نیر صاحب اس وقت کیا کام کرتے تھے۔ غالباً بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ تھے یا قریب کے عرصہ میں سپرنٹنڈنٹ رہ چکے تھے۔ اور لڑکوں سے ان کا تعلق تھا۔ پس اس نے لڑکوں میں ایک جوش پیدا کرنے کے لئے نیر صاحب کا نام لے دیا۔ اور کہا۔ کہ وہ تو زخمی ہوکر خون میں تڑپ رہے ہیں۔ نوجوانوں میں چونکہ اتنی سمجھ ہوتی نہیں کہ وہ ہر بات کی تحقیقات کرلیں۔ یا ان لوگوں کے پاس بات کو پہنچائیں۔ جن کے سپرد خدا تعالےٰ نے سلسلہ کا کام کیا ہوا ہوتا ہے اس لئے وہ یہ سنتے ہی بازار کی طرف دوڑ پڑے۔ اب جن کے ذہن میں یہ بات سمائی ہو۔ کہ ہندوؤں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کردیا ہے۔ وہ اگر جوش کی حالت میں کسی اپنے آدمی کی لاش کو نہ دیکھیں گے تو وہ اور زیادہ جوش سے بھر جائیں گے۔ اور خیال کریں گے۔ کہ شاید ان لوگوں نے لاشوں کو کہیں چھپا دیا۔ یا جلا دیا ہے۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ جس وقت لڑکے ہندو بازار کی طرف بھاگے جارہے تھے۔ اس وقت میں اس دالان میں آیا ہوا تھا۔ جہاں حضرت ام المومنین رض رہتی ہیں۔ اور اس کی کھڑکی گلی میں کھلتی ہے۔ میں نے جو بے اختیار لوگوں کے دوڑنے کی آواز سنی۔ تو کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ سب سے آگے

مولوی رحمت علی صاحب

جو اب ہمارے سماٹرا اور جاوا میں مبلغ ہیں۔ دوڑے جارہے تھے اور ان کے پیچھے اور بہت سے لڑکے تھے۔ میں نے انہیں آواز دی کہ مولوی صاحب کیا ہوا۔ اس وقت وہ نصف گلی تک پہنچ چکے تھے۔ میں نے دیکھا۔ کہ ان کا رنگ زرد تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اور تھر تھر کانپ رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر کہنے لگے۔ بازار میں ہندوؤں سے لڑائی ہوگئی ہے۔ ہمارے

کئی آدمی مارے گئے

ہیں۔ اور نیر صاحب بھی خون میں تڑپ رہے ہیں۔ میں نے کہا اگر لڑائی ہوئی ہے۔ تو یہ میرا فرض ہے۔ کہ میں وہاں آدمی بھجواؤں تم میں سے کوئی آگے مت بڑھے۔ میرے اس کہنے پر وہ کھڑے تو ہو گئے۔ مگر بڑی

لجاجت سے

کہنا شروع کردیا۔ حضور وہاں لڑائی ہو رہی ہے۔ اور احمدی مارے جارہے ہیں میں نے کہا۔ اس کا انسداد کرنا میرا کام ہے۔ تمہارا نہیں

اس پر میں نے کسی سے کہا وہ جائے اور جا کر پتہ لگائے کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ مگر میں نے جونہی ذرا مونہہ موڑا۔ پھر یکدم دوڑنے کی آواز آئی۔ دیکھا تو مولوی صاحب اور دوسرے لڑکے پھر بے اختیار بازار کی طرف دوڑے جارہے تھے۔ میں نے پھر آواز دی کہ مولوی صاحب ٹھہر جائیں۔ مگر انہوں نے نہ سنی۔ پھر آواز دی مگر انہوں نے پھر نہ سنی۔ یہاں تک کہ وہ میاں بشیر احمد صاحب کی گلی کے اس نکڑ پہ پہنچ گئے۔ جہاں سے بڑی مسجد کو راستہ مڑتا ہے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ اگر اب بھی یہ نہ رکیں گے۔ تو اس کے بعد مجھے یہی آواز سنائی دے گی۔ کہ اتنے ہندو مار دئے گئے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ سمجھ کر کہ اب ان کے اخلاص کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

ایک ہی چارہ

باقی ہے زور سے آواز دی۔ کہ مولوی صاحب اگر آپ نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔ تو میں آپ کو جماعت سے خارج کر دونگا۔ اس پر وہ رک تو گئے مگر بار بار یہی کہتے جاتے تھے۔ کہ حضور ہمارے آدمی مارے جارہے ہیں۔ حضور ہمارے آدمی مارے جارہے ہیں۔ اتنے میں جس شخص کو میں نے بھیجا تھا وہ بھی واپس آگیا۔ اور اس نے آکر بتایا۔ کہ بالکل خیریت ہے نہ لڑائی ہوئی اور نہ کوئی زخمی ہؤا۔ بلکہ میں دریافت کر آیا ہوں۔ نیر صاحب گھر میں آرام سے بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد میں نے پتہ لگوایا۔ کہ میرے پہلی دفعہ منع کرنے کے باوجود یہ لوگ کیوں دوڑ پڑے تھے تو مجھے معلوم ہؤا۔ کہ ایک مفسدہ پرداز میری نظروں سے چھپ کر گلی کے ایک کونہ میں کھڑا تھا۔ اور جب یہ رک گئے۔ تو اس نے کہا ارے دوڑتے کیوں نہیں۔ لوگ تو مارے جارہے ہیں۔ اور تم یہاں کھڑے ہو۔ اس پر وہ پھر بے تحاشا دوڑ پڑے۔ تو اس قسم کے لوگ بھی

شرارت آمیز خبریں

پھیلا دیا کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ جماعت میں سے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور جماعت کے علاوہ بھی۔ قرآن مجید پڑھ کر دیکھ لو۔ اس کے مطالعہ سے تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ منافق ہمیشہ مدینہ میں اس قسم کی جھوٹی خبریں اڑا دیا کرتے تھے۔ کہ دشمن آگیا۔ مارے گئے۔ ہلاک ہو گئے۔ مگر فرمایا۔ مومن اس قسم کی خبروں سے ڈرا نہیں کرتے۔ بلکہ ایمان میں اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ تم فرض کرو یہاں

احراریوں کے قلعے

بھی بن جائیں۔ تو کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو۔ کہ تم نے دنیا کے جن قلعوں کو فتح کرنا ہے۔ یہ قلعے ان سے زیادہ مضبوط اور زبردست ہونگے۔ کہ تم انہیں فتح نہیں کر سکو گے۔ اگر تم نے یورپ۔ فرانس۔ جرمن اور امریکہ کے قلعے ایک دن فتح کرنے ہیں اور دنیا میں

تمہاری ہی تمہاری حکومت

ہونی ہے تو کیا تم سمجھتے ہو۔ فرانس جرمن اور امریکہ کے قلعے تو تم فتح کر لو گے۔ مگر احراریوں کی یہ جھونپڑی تم سے فتح نہیں ہو سکے گی۔ جن توپوں اور گولوں سے تم نے دنیا کے اور قلعے فتح کرنے ہیں کیوں انہی توپوں اور گولوں سے اس قلعہ کو فتح نہیں کرتے۔ پس جاؤ اور ان لوگوں میں تبلیغ کرو۔

خدا تعالیٰ کے تازہ نشان

جو دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں وہ انہیں سمجھاؤ۔ یہ کتنے ہی سنگدل کیوں نہ ہوں۔ آخر

ہر انسان میں نیکی کا مادہ

ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اس سے خالی نہیں ہو سکتے۔ اگر تم تبلیغ کرو گے اور انہیں احمدیت میں داخل کر لو گے۔ تو یہ خود اپنے ان قلعوں کو جو آج ہمارے خلاف تیار کر رہے ہیں اپنے ہاتھ سے گرا دیں گے یا ہمارے سپرد کر دیں گے۔ مگر یاد رکھو جن دشمنوں سے تمہارا مقابلہ ہے وہ

جھوٹ اور شرارت

سے پرہیز نہیں کرتے۔ پس مت خیال کرو کہ جو بات ان کی طرف سے تمہارے کانوں میں پڑتی ہے۔ اس میں ضرور کچھ سچائی ہوتی ہے۔ ابھی پچھلے جمعہ کے خطبہ میں ہی میں نے اپنی جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ کہ ہماری جماعت کی شدید مخالفت ہو رہی ہے۔ دوسرے ہی دن شیخ یوسف علی صاحب

اخبار زمیندار کا ایک پرچہ

میرے پاس لائے۔ اس میں لکھا تھا۔ موسیو مرزا ایک ہوٹل سے ایک میم کو لے کر فرار ہو گئے۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ تھا۔ کہ جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے۔ میں اپنی بیویوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کر رہا ہوں۔ اور چونکہ قادیان میں

مستورات کی انگریزی تعلیم

کا انتظام مرد استادوں کے ذریعہ سے کرنا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے طالبات انگریزی لفظ تو رٹ لیتی ہیں۔ مگر انہیں بولنا نہیں آتا۔ اسی طرح ہر ملک کا لہجہ الگ ہوتا ہے۔ جو اس لہجہ سے ناواقف ہو۔ باوجود زبان جاننے کے بات نہیں سمجھ سکتا۔ پس چونکہ میری غرض بیویوں اور لڑکیوں کو انگریزی زبان سکھانے سے یہ ہے۔ کہ وہ انگریز یا ایسی ہندوستانی عورتوں سے جو اردو نہیں جانتیں جیسے بنگالی مدراسی بیگمات تبادلہ خیال کر سکیں۔ اور مستورات کی انجمنوں وغیرہ میں حسب ضرورت حصہ لے سکیں۔ اس لئے قریباً دو سال سے میں نے یہ انتظام کیا ہؤا ہے۔ کہ علاوہ مرد استادوں کے

ایک عورت استانی

بھی رکھتا ہوں۔ جو شاگردوں کو انگریزی بولنا سکھائے۔ اور اس کے لہجہ کو سن سن کر انگریزی لہجہ کی منافرت ان سے دور ہو جائے بڑے بڑے شہروں میں زنانہ سکولوں میں

انگریز عورتیں

ماسٹر ہوتی ہیں۔ اور الگ انتظام کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن قادیان میں انگریزی بولنے کی مشق کیلئے ایسا انتظام ضروری ہے۔ خصوصاً ہمارے گھر کی مستورات کے لئے کہ میں انہیں اس غرض سے نہیں پڑھواتا۔ کہ وہ نوکری کریں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ غیر مسلم مستورات سے مل کر ان میں کوئی

تبلیغی کام

کر سکیں۔ اسی سلسلہ میں گزشتہ ایام میں ایک استانی کی ضرورت تھی۔ اور میں نے بعض لوگوں کو تلاش کے لئے کہا ہؤا تھا۔ ایک صاحب نے آگے اپنے کسی ہندو دوست کو کہا تھا یہ صاحب لاہور چھاؤنی میں اوورسیر ہیں۔ انہوں نے اس احمدی کو لکھا۔ کہ ایک تعلیم یافتہ عورت بیوہ لاہور میں آئی ہوئی ہے۔ اگر

استانی کی ضرورت

ہو۔ تو اسے رکھ لیا جائے۔ میں اتفاقاً اپنی بڑی بیوی کو لینے فیروزپور جا رہا تھا۔ ساتھ میری دوسری بیوی اور ایک لڑکی تھیں۔ میں نے انہیں کہا کہ تم لوگ استانی کو دیکھ لو۔ اگر قابل ہو۔ تو اسے رکھ لیا جائے چونکہ جس ہوٹل میں وہ رہتی تھی۔ وہ راستہ میں تھا اور ان لوگوں نے ناشتا بھی نہ کیا ہؤا تھا۔ تجویز یہی ہوئی۔ کہ ہوٹل میں پردہ کا انتظام کر کے اس عورت سے وہ مل بھی لیں اور ناشتہ بھی کر لیں۔ چنانچہ وہاں انہوں نے اس سے مل کر باتیں کیں۔ اور وہ عورت بطور استانی جانے کے لئے رضامند ہو گئی۔ اور اس نے کہا کہ جب آپ قادیان جائیں مجھے لیتے جائیں۔ مگر میں نے بعد میں اس خیال سے کہ یہ

بچوں والی استانی

ہے۔ اسے بچوں کی تعلیم کا خیال ہوگا۔ اور قادیان چھوٹی جگہ ہے۔ وہاں اس کے بچوں کے دل لگنے کا بھی سوال ہوگا۔ اسے کہلا بھیجا۔ کہ بہتر ہے تم قادیان چند گھنٹے کے لئے دیکھ آؤ۔ اگر تم سمجھو۔ کہ وہاں تم کو اور تمہارے بچوں کو تکلیف نہ ہوگی۔ تو پھر کام پر آ جانا۔ چنانچہ اس نے اس تجویز کو پسند کر لیا اور قادیان آتے ہوئے اس موٹر میں بیٹھ کر جس میں دفتر کے آدمی تھے۔ پچھلی سیٹوں پر میری ایک لڑکی سمیت وہ قادیان آئی اور قادیان دیکھنے کے بعد بچوں کی تعلیم کے خرچ کا خیال کر کے

اسی یہ تجویز کی۔ کہ اگر بچے لاہور سکول میں داخل ہو سکیں۔ تو میں آجاؤں گی۔ چنانچہ

چند گھنٹے

یہاں رہ کر وہ واپس چلی گئی۔ اور غالباً بچوں کی وقت کی وجہ سے پھر نہیں آئی۔ یہ وہ واقعہ ہے جسے "زمیندار" نے اس رنگ میں شائع کیا ہے۔ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے اسی طرح ایک دفعہ پہلے کا واقعہ ہے کہ میں دریا پر تبدیلی آب و ہوا کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں ایک دن میں اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو لے کر دریا کے کنارہ پر گیا۔ اور بندوق کا خوف دور کرنے کے لئے ان سے بندوق سے نشانے کروائے کیونکہ یہ ہنر میرے نزدیک عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے۔ مگر نہ معلوم کس بھلے مانس نے زمیندار کو اطلاع دے دی۔ اور اس نے لکھا۔ کہ مو سیو بشیر

قادیان کی خواتین

کو لے کر دریا پر گئے اور ان کے ساتھ مل کر نشانہ بازی کی مشق کی۔ اب جس شخص نے اس نوٹ کو پڑھا ہوگا۔ یہی سمجھا ہوگا کہ لوگوں کی بیویوں اور بیٹیوں کو لے کر میں وہاں گیا تھا۔ غرض اس قسم کے

بری فطرت والے اور گندے

مخالفوں سے ہمارا مقابلہ ہے اور اس وجہ سے جماعت کو اور بھی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ اور ہر خبر جو دشمن کی طرف سے ملے۔ یا اپنے ہی بعض لوگ مشہور کریں۔ اسے کبھی صحیح تسلیم نہیں کر لینا چاہیئے۔ بلکہ ایسی خبروں کو میرے پاس پہنچانا چاہیئے۔ مرکزی دفتروں کو اطلاع دینی چاہیئے۔ تا بعد تحقیق مناسب کارروائی کی جائے۔ دشمن ہزاروں باتیں ایسی کہا کرتا ہے۔ جو بالکل بے بنیاد ہوتی ہیں۔ پس

خوف کی کوئی وجہ نہیں

اگر ہم خدا تعالیٰ کے مامور کے سچے متبع ہیں تو جو کچھ بھی ہوتا ہے ہمارے فائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ اور اس پر ڈرنا اور خائف ہونا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ کہ کسی بادشاہ کو وہم کا مرض ہو گیا۔ اور اس نے عہد کر لیا۔ کہ میں اپنی لڑکی کی کسی زمینی آدمی سے شادی نہیں کروں گا۔ بلکہ اس سے کرونگا جو آسمان سے اترے اتفاقاً ایک دن

کوئی حبشی

بگولے میں اڑ کر وہاں آگرا۔ بادشاہ نے اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب وہ اپنے وطن گیا۔ تو ماں کے گلے چمٹ کر خوب رویا اور کہنے لگا۔ ماں۔ میں کیا بتاؤں مجھ پر اس عرصہ میں کتنی مصیبتیں آئیں۔ وہ روز مجھے کیڑے پکا پکا کر کھلاتے تھے۔ پلاؤ اور زردہ جو اسے ملتا وہ خیال کرتا کہ یہ کیڑے پکے ہوئے ہیں۔ پھر چونکہ سوتے وقت نیچے

روئی کا گدیلا اور اوپر لحاف رکھا جاتا۔ اور نوکر پاؤں دباتے تھے۔ اس کے متعلق اس نے کہا کہ اے ماں وہ میرے اوپر بھی روئی ڈال دیتے اور نیچے بھی اور پھر اوپر سے مجھے کوٹنے لگ جاتے۔ ایسے ہی مصائب آپ لوگوں کے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کی آپ جماعت ہیں۔ تو گھبراتے کیوں ہیں بے شک مومن کو خدا تعالیٰ کے استغناء کو مدنظر رکھنا چاہیئے لیکن بندوں سے ڈرنے کی کیا وجہ ہے۔ اور پھر ان باتوں سے جن کو اللہ تعالیٰ آپ کے فائدہ کے لئے پیدا کر رہا ہے۔ ہاں بے شک

اپنی کمزوریوں کا خیال

کر کے استغفار کرنا چاہیئے۔ صحیح ذرائع فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اختیار کرنے چاہئیں۔ مگر خوف اور گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند ؎ زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

پھر جب خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نظام مقرر کیا ہے۔ اور ایک خلیفہ بنایا ہے۔ جس کی اطاعت تم پر فرض ہے۔ تو تمہارا کام یہ ہے کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات سنو۔ فوراً خلیفہ وقت کو بتا دو یونہی گھبرا نے پھرنا انجام کار انسان کو شرمندہ کرتا ہے۔ مثلاً ابھی مسجد بننے کی جس کا میں نے ذکر کیا ہے جب خبر پھیلی۔ تو ایک شخص نے نہایت غصہ سے مجھے لکھا۔ کہ ناظر امور عامہ غافل ہے۔ یہاں اندھیر مچ رہا ہے۔ احراری مسجد بنا رہے ہیں مگر کوئی اس کے انسداد کی فکر نہیں کرتا۔ مگر دو چار دن کے بعد جب اسے اپنی حماقت محسوس ہوئی تو اسے خیال آیا کہ میں جو لکھ چکا ہوں۔ کہ قادیان میں سب مجرم ہیں کیونکہ وہ خاموش بیٹھے ہیں۔ اور مخلص صرف میں ہی ہوں جسے جوش آرہا ہے اس کا اثر دور کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے مجھے ایک اور خط لکھا۔ کہ میری رائے تو یہی ہے کہ ہمیں اس معاملہ پر کوئی

شور مچانا نہیں چاہیئے

گویا اس نے سمجھ لیا۔ کہ میرا حافظہ اتنا کمزور ہے کہ میں اس کے پہلے رقعہ کو بھول گیا ہونگا۔ حالانکہ پہلا رقعہ اس کا یہ تھا۔ کہ یہاں کے تمام لوگ غافل اور غدار ہیں۔ احراریوں کی مسجد بن رہی ہے اور انہیں کوئی فکر نہیں۔ لیکن تیسرے چوتھے روز ہی اس نے لکھا۔ کہ میری رائے تو یہی ہے کہ ہمیں اس پر شور نہیں مچانا چاہیئے۔ گویا ہم تو چاہتے تھے۔ کہ شور مچایا جائے مگر اس کا مشورہ ہے کہ شور نہ مچایا جائے۔ حالانکہ نہ اس کے پہلے رقعہ کی وقعت میرے نزدیک ایک پیسے کے ہوئے چیتھڑے جتنی تھی اور نہ دوسرے کی۔

اس میں شبہ نہیں دشمن ہے اور بڑا خطرناک دشمن ہے اسے جھوٹ اور کذب بیانی سے پرہیز نہیں۔ اور جب بھی وہ کوئی افترا پردازی کرتا ہے۔ کمزور لوگ یا منافق کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ اس میں کچھ تو بات ہوگی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ تم گھبرا جاؤ۔ تم نے جو کچھ کرنا ہے تمہیں چاہیئے کہ صبر و استقلال سے کرو اور اس کا طریق یہ ہے کہ

اللہ تعالےٰ کے حضور جھکو

دعا کرو۔ اور اس سے کہو۔ کہ اے خدا اگر یہ دشمنوں کی شرارتیں ہماری خطاؤں کا نتیجہ ہیں۔ تو ہمیں معاف فرما۔ اور اگر یہ

ترقیات کا پیش خیمہ

ہیں۔ تو وہ ترقیات ہمیں جلدی عطا کر۔ کیونکہ ابتلاء دو ہی غرض کے لئے آیا کرتے ہیں۔ یا سزا کے لئے یا انعام کے لئے۔ اگر یہ ابتلاء بطور سزا ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ ہمیں معاف کرے۔ اور اگر بطور انعام ہیں۔ تو وہ انعام ہمیں نصیب فرمائے۔ میں

قادیان والوں کو

خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ان کے ہر نسل کو دشمن عجیب رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ پس انہیں زیادہ محتاط رہنا چاہیئے۔ ابھی یہاں احراریوں کی مسجد جب بننے لگی۔ تو سمال ٹاؤن کمیٹی جسے

قانون کے ماتحت حکومت

دی گئی ہے۔ اور جسے اختیار دیا گیا ہے۔ کہ جب تک وہ کسی عمارت کے نقشہ کی منظوری نہ دے۔ اس وقت تک کوئی عمارت نہ بنائی جائے۔ چونکہ یہ لوگ بغیر اس سے منظوری حاصل کئے عمارت بنانے لگے تھے۔ کمیٹی کے ایک افسر نے آکر انہیں روکا۔ وہ ادھر بنانے پر اصرار کرتے رہے۔ وہ افسر روکنے پر اصرار کرتا رہا۔ آخر ان لوگوں نے اور ان کے ساتھ سنا گیا ہے۔ پولیس نے تاریں دے دیں۔ اور رپورٹ کر دی۔ کہ احمدی ہمیں اپنی زمین پر مکان نہیں بنانے دیتے۔ اور جھٹ یکے بعد دیگرے افسر تحقیقات کرنے کے لئے آنے لگے۔ اور انہوں نے زور دینا شروع کیا۔ کہ اس طرح احمدی جماعت کی بدنامی ہوتی ہے۔

سمال ٹاؤن کمیٹی

کو خاص اجلاس کر کے منظوری دے دینی چاہیئے۔ حالانکہ اس معاملہ میں نہ جماعت کا کوئی تعلق تھا۔ اور نہ تعلق ہو سکتا تھا۔ ایک سرکاری محکمہ کام کرتا ہے بعض شرارتی اسے شرارت سے جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور بعض حکام اسے وہی رنگ دینے لگ جاتے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ قادیان کی کمیٹی میں احمدی ممبر زیادہ ہیں لیکن بعض دوسری جگہوں پر ہندو سکھ اور حنفی ممبر زیادہ ہوتے ہیں۔ کیا ان جگہوں پر کمیٹیوں کے کاموں کے لئے ان مذاہب کے مرکزی اداروں کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ اور ان کو بدنام کیا جاتا ہے۔ اگر یہی بات ہے۔ تو حکومت کو کمیٹیاں بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسی کمیٹیاں بنانا جن کو اپنے اختیار جائز طور پر بھی استعمال کرنے کی اجازت نہ ہو۔ اور جن کے جائز احکام کے نفاذ پر حکومت کو فکر پڑ جائے۔ ان کو تو اڑا دینا اچھا ہے۔ کیونکہ ان کے قیام سے خواہ مخواہ لوگوں کو دھوکا لگتا ہے۔ تعجب ہے۔ سماول ٹاؤن کمیٹی ایک قانون کا نفاذ کرتی ہے اس قانون کا جو خود گورنمنٹ

نے بنایا ہے۔ اور جس پر عمل کرانے کی اس سے امید کی جاتی ہے
مگر حکام ہیں۔ کہ محض اس وجہ سے کہ احراری کہیں شور نہ مچائیں
خواہ مخواہ خائف ہو رہے ہیں۔ ادھر جماعت کے دوستوں کا ایک
حصہ ہے۔ کہ وہ خائف ہو رہا ہے۔ کہ احراریوں کی

ڈیڑھ مرلہ کی مسجد

بن جائے گی۔ تو کیا ہو جائے گا۔ میرے نزدیک دونوں کا رویہ
خلاف عقل ہے۔ وہ گورنمنٹ بھی اپنے فرائض کو ادا نہیں کرتی جو
سمال ٹاؤن کمیٹی کے کام کو احمدیوں کی طرف منسوب کر کے اس میں
دخل دینا چاہتی ہے۔ اور اس طرح

قانون شکنی کی روح

پیدا کرتی ہے اور جماعت کے وہ لوگ بھی جو اس مسجد کے بننے
پر گھبراتے ہیں۔ بزدل ہیں۔ احراری یہاں ایک کیا دس مسجدیں بنالیں
میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ آریوں نے یہاں ایک
دفعہ جلسہ کرنے کی تجویز کی۔ ان کے بعض لیکچرار مجھ سے ملنے آئے
اور میں نے ان سے کہا۔ کہ آپ کہیں اور جلسہ کیوں کرتے ہیں
ہماری مسجد موجود ہے۔ یہاں جلسہ کریں وہ کہنے لگے۔ کیا آپ اپنی

مسجد میں جلسہ

کرنے کی اجازت دے دیں گے میں نے کہا ضرور اس میں حرج
کی کونسی بات ہے۔ آخر میں نے اپنی مسجد میں ان کی تقریر کے
لئے انتظام کرا دیا۔ اور حافظ روشن علی صاحب مرحوم سے ان
کا ایک مباحثہ ہو گیا۔ اس کے بعد آریوں کا کوئی قابل ذکر جلسہ
نہیں ہوا۔ اسی طرح ایک دفعہ مجھے کسی نے سنایا۔ کہ

گاندھی جی

نے کہا ہے۔ کہ احمدی جماعت منظم بہت ہے۔ مجھے اگر اس جماعت
کے امام سے ملنے کا اتفاق ہو۔ تو میں انہیں سمجھاؤں۔ اور

کانگرسی اصول کا قائل

کروں جب ایک ہندو صاحب نے اس بارہ میں مجھ سے ذکر کیا
تو میں نے ان سے کہا۔ کہ آپ اگر پھر گاندھی جی سے ملیں۔ تو
میری طرف سے کہدیں۔ کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ میں آپ کا

شاندار استقبال

کروں گا۔ آپ کی تقریر کے لئے انتظام کروں گا۔ خود بھی بیٹھوں گا
اور لوگوں کو بھی اس میں بٹھاؤں گا۔ پھر آپ بھی تقریر کریں اور
میں بھی ÷

پس نہ ہمارے لئے ڈر کی کوئی بات ہے۔ اور نہ گورنمنٹ
کے لئے۔ گورنمنٹ نے جو قانون بنائے ہوئے ہیں۔ اس کا
فرض ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کا ساتھ دے۔ جو ان قوانین کو نافذ
کرنے والے ہوں نہ کہ مخالفوں کا۔ ورنہ

دو ہی صورتیں

ہیں۔ یا تو قانون کو بدل دیا جائے۔ یا شورش پسندوں کے آگے
ہتھیار ڈال دیئے جائیں۔ لیکن یہ درست نہیں۔ کہ قانون کو بدلے
بغیر قانون کی حد میں رہ کر کام کرنے والی کمیٹی کے فعل کو جماعت
احمدیہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ اور قانون شکن لوگوں کی
علانیہ پیٹھ ٹھونکی جائے۔ میونسپل کمیٹیوں کا قانون ہے۔ کہ نقشہ
کی منظوری کے بغیر کوئی عمارت بنانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی
پس اگر قادیان کی کمیٹی نے اس پر اصرار کیا۔ کہ پہلے اس کے
سامنے نقشہ پیش کیا جائے۔ تو اس نے بالکل درست کیا۔ اور
حکومت کا اگر وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے۔ یہ فرض ہے۔ کہ وہ
سمال ٹاؤن کمیٹی کی امداد کرے۔ اور شورش کرنے والوں کو سیدھا
کرے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتی۔ تو وہ ملک میں

قانون شکنی کی روح

پیدا کرنے کی خود ذمہ دار ہے۔ اور اس طریق سے وہ اپنے
کام کو ادا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح وہ جماعت
بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جس کے افراد ڈیڑھ مرلہ کی مسجد بننے
پر گھبرانے لگ جائیں۔ وہ ڈیڑھ مرلہ کی کیا دس ہزار مرلہ کی مسجد
بنالیں ہمیں کوئی فکر نہیں۔ جتنی بڑی مسجد وہ بنائیں گے۔ اتنا
ہی ہمارا فائدہ ہے۔ کیونکہ آخر ایک دن اس مسجد نے ہمارے
قبضہ میں ہی آنا ہے۔ ہاں جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے۔

دشمن کا حملہ

حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ اس کا علاج کرنا چاہیئے۔ جو ایک
ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم انہیں

دعوتِ خیر

دیں۔ قرآن مجید نے صاف الفاظ میں بتایا ہے۔ کہ قرآن مجید ہی
مومنوں کے لئے تلوار ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ جاھدھم
بہ اسی قرآن کو لے کر

کفار سے جہاد

کرو ÷

پس قرآن مجید تمہارے پاس ہے۔ اس سے جتنا چاہو
کام لو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور تمہاری تائید میں ہوں۔
لیکن اگر تم اس تلوار سے کام لیتے ہو۔ جو خدا تعالے نے تمہیں
نہیں دی۔ یا گھبراتے ہو۔ تو یہ بے وقوفی کی بات ہے پس ان
باتوں میں نہ تمہیں لوگوں کا خیال کرنا چاہیئے۔ نہ گورنمنٹ کا
ہم اگر گورنمنٹ کی تائید میں رہے ہیں۔ اور میں تو صرف اس لئے
کہ ہمارا مذہب ہمیں

حکومت وقت کی فرمانبرداری کا حکم

دیتا ہے۔ ورنہ میں نے اپنے نفس میں خوب غور کر کے دیکھا ہے
جس قسم کی حریت اسلام ہم میں پیدا کرتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ
حکومت کی فرمانبرداری کا حکم نہ ہوتا۔ تو میں اپنے ملک کی آزادی
کی جد و جہد میں گاندھی جی سے دو قدم آگے ہی ہوتا۔ ہم کیا کریں
جس نے ہمیں

حریت کی تعلیم

دی۔ اسی نے یہ بھی کہہ دیا۔ کہ ان اصول پر عمل کرو۔ اور جس
حکومت کے ماتحت رہو۔ اس سے تعاون کرو۔ پس اس حکم کے
ماتحت ہم گورنمنٹ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور اس فرمانبرداری
میں ہمارا گورنمنٹ پر کوئی احسان نہیں۔ ہم اگر

گورنمنٹ کی اطاعت

کر کے یہ سمجھیں۔ کہ ہم اس پر احسان کر رہے ہیں۔ تو ہم

ملک کے غدار

ہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ ہم کسی غرض کے ماتحت اس
کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ خدا کے بندے
بندہ ہونے کے اس کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اللہ میاں نے کہا ہے کہ
اطاعت کرو۔ ہم نے کہا۔ بہت اچھا۔ اور ہم اطاعت کرنے لگ
گئے۔ اسی طرح اگر ہمارا

پبلک سے معاملہ

ہے۔ تو وہ بھی خدا کے حکم کے ماتحت۔ ورنہ کیا تم سمجھتے ہو اگر
خدا یہ کہتا۔ کہ لٹھ اٹھا کر مخالفین اسلام کا سر پھوڑ دو۔ تو میں اس
حکم کے بجالانے میں کسی سے پیچھے رہتا۔ ایک دفعہ میں لاہور
گیا۔ اور مجھ سے ایک شخص ملنے آیا۔ مجھے یاد نہیں وہ کسی کالج
کا پروفیسر تھا۔ یا طالب علم آکر کہنے لگا۔ کہ آپ کی جماعت جہاد
کی منکر ہے۔ میں نے کہا۔ منکر ہماری جماعت ہی نہیں۔ بلکہ آپ
بھی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں۔ ان دنوں

جہاد کی شرائط

چونکہ موجود نہیں۔ اس لئے جہاد نہیں کرنا چاہیئے۔ اور آپ جہاد
کے قائل ہیں۔ مگر کرتے نہیں۔ گویا جہاد نہ کرنے میں تو ہم دونوں
برابر ہیں۔ مگر ہم اپنے عقیدہ کے مطابق جہاد نہیں کرتے۔ اور آپ
باوجود جہاد کو موجودہ زمانہ میں جائز سمجھنے کے منافقت کی وجہ سے
جہاد نہیں کرتے۔ پھر میں نے کہا۔ اگر آپ جہاد کو جائز سمجھتے ہیں
تو کیوں جا کر چند انگریزوں کو مار نہیں آتے۔ مگر یہ کیا کہ گھر میں تو
سارا دن حقہ اڑاتے رہے۔ اور جماعت احمدیہ پر اعتراض کرتے
رہے۔ کہ یہ جہاد نہیں کرتی۔ جہاد نہیں کرتی۔ اگر

حقہ کے کش لگانے والے

اور جماعت احمدیہ پر اعتراض کر دینے سے ہی کوئی شخص مجاہد
بن سکتا ہے۔ تو ایسے مجاہد تو

ہر جگہ موجود

ہو سکتے ہیں۔ لیکن کیا یہ جہاد کو جائز سمجھتے ہوئے درست طریق
عمل ہے۔ اگر ہم پر اعتراض کرنے والے

انگریزوں سے لڑیں

اور انہیں ہندوستان سے باہر نہ نکال سکیں۔ تو کم سے کم ان سے لڑتے ہوئے مر جائیں۔ اور اس جنگ کے وقت وہ ہم پر اعتراض کریں۔ کہ ہم تو میدان جہاد میں کام کر رہے ہیں۔ اور یہ منافق پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو گو پھر بھی ہم ان کے اعتراض کو درست نہ سمجھیں۔ مگر اس حالت میں اس قسم کے اعتراض کا ان کو حق ضرور ہوگا۔ مگر اب یہ حالت ہے۔ کہ ہم پر تو اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ جہاد نہیں کرتے اور خود جہاد کو جائز سمجھنے کے باوجود گھر میں صبح سے شام تک حقہ اڑاتے رہتے ہیں۔ یا شعر بازی کر لیتے ہیں۔ لیکن کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ کہ جہاد کے لئے نکلیں۔

پھر جب ہماری طرف سے یہ کہا جائے۔ کہ شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہم جہاد بالسیف نہیں کرتے۔ تو دین کے لئے اپنا مال تو خرچ کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کوئی قربانی ہے۔ حالانکہ اگر اپنے مالوں کو خرچ کرنا بیوی بچوں کو چھوڑ کر

غیر ممالک میں اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے نکل جانا

کوئی بڑی بات نہیں۔ تو وہ ایسی ہی قربانی کیوں کر کے نہیں دکھا دیتے۔ مگر وہ قربانی جسے وہ بڑی سمجھتے ہیں۔ وہ بھی نہیں کرتے۔ اور جسے چھوٹی سمجھتے ہیں وہ بھی نہیں کرتے۔ اور انکی بالکل اس

بنیئے کی سی مثال

ہو جاتی ہے۔ جو پنسیری ہاتھ میں لے کر کہتا ہے۔ سر پھوڑ دونگا۔ اور یہ کہتے ہی دو قدم پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ یہ بھی جہاد جہاد کہتے ہیں مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تو گھر میں چھپ کر بیٹھ رہتے ہیں۔ تاہم ہمارا ان سے جو معاملہ ہے وہ بھی خدا کے احکام کے ماتحت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جادلھم بالتی ھی احسن۔ یعنی ان لوگوں سے

احسن طریق پر بحث

کرو۔ اور احسن طریق یہی ہے۔ کہ محبت اور پیار سے انہیں سمجھائیں اور ان کے لئے دعا کریں۔ اور حکومت سے ہمارا احسن طریق پر مجادلہ یہ ہے کہ ہم اس کی فرمانبرداری کریں اور اگر وہ کسی غلطی کا ارتکاب کرنے لگے۔ تو اس پر اس کی غلطی کو واضح کر دیں۔ پھر بھی اگر وہ غلطی کرے تو یہ اس کا قصور ہوگا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم

اللہ تعالیٰ سے دعائیں

کریں۔ کہ وہ لوگوں کو ہدایت دے۔ ہم ایک زندہ خدا کو ماننے والے ہیں۔ اور ہماری آخری اپیل ہمیشہ خدا تعالیٰ کے پاس ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وہی سب سے

بہتر اپیل کی جگہ

ہے۔ کیونکہ بسا اوقات ایک رات کی درد کی دعا بھی دنیا کا تختہ الٹ دیتی ہے۔ ایک بزرگ کے متعلق مشہور ہے۔ ان کا ایک امیر ہمسایہ رات بھر گانے بجانے میں مشغول رہتا۔ جس سے محلے والوں کو سخت تکلیف ہوتی۔ انہوں نے اسے سمجھایا کہ تم گاتے بجاتے ہو۔ اور محلے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس طرح نہ کیا کرو۔ وہ امیر چونکہ

بادشاہ وقت کا مقرب

تھا۔ اس لئے اس نے پرواہ نہ کی۔ اور دروازے پر سپاہی مقرر کر دئے۔ تا گانے بجانے میں کوئی شخص مزاحمت نہ کر سکے۔ اس بزرگ نے پھر جو سمجھایا۔ تو امیر نے کہا بادشاہ کے یہ سپاہی موجود ہیں۔ اگر آپ نے اور کچھ کہا تو یہ آپکو یہاں سے نکال دیں گے۔ اس نے کہا۔ اگر تمہارے پاس سپاہی موجود ہیں۔ تو میرے پاس بھی وہ تیر ہیں۔ جن کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے اس نے پوچھا وہ کونسے۔ وہ کہنے لگے سہام اللیل یعنی

رات کی دعاؤں کے تیر

اس بات کا اس پر اتنا اثر ہؤا۔ کہ اس نے اسی وقت گانے بجانے کا سامان توڑ دیا اور رو پڑا۔ اور کہنے لگا۔ ان تیروں کا مقابلہ مجھ سے نہیں ہو سکتا پس تمہارے پاس بھی

سب سے بڑا ہتھیار

دعا ہے۔ اس سے کام لو۔ اور ان مسلمانوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو جہاد جہاد کہتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی دعا دعا کہتے رہو اور کرو نہیں۔ پس جاؤ اور ان لوگوں کو تبلیغ کرو۔ جاؤ اور ان کے لئے دعائیں کرو۔ ان دونوں ہتھیاروں سے اگر کام لوگے۔ تو دنیا کے تمام مخالفوں کو کچل دوگے۔ بڑوں کو بھی۔ اور چھوٹوں کو بھی۔ حکومت کو بھی اور رعایا کو بھی۔ اور یہی

شاندار فتح

ہوگی۔ بے شک تلوار کے ذریعہ فتح حاصل کرنا بھی ایک فتح ہے مگر وہ فتح ادنیٰ قسم کی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چونکہ ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے۔ جن کے ماتحت تلوار اٹھانا ضروری تھا۔ اس لئے صحابہ نے تلوار اٹھائی۔ ورنہ صحابہ جب جنگ کو جاتے تو اس طرح اسے ناپسند کرتے ہوئے جاتے جس طرح موت کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ اور اگر حالات مجبور نہ کرتے۔ تو کیا تم سمجھتے ہو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کفار پر تلوار اٹھا سکتے۔ ان چیزوں کا تو خیال کرنے سے بھی مومن کے جسم پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ

مومن اور نقصان

جمع نہیں ہو سکتے۔ مومن خدا تعالیٰ نے دنیا کے فائدہ کے لئے بنایا ہے۔ اور بچپن سے بڑھاپے بلکہ مرتے دم تک اس کے دل و دماغ پر یہی خیال حاوی رہتا ہے۔ کہ وہ مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔ یہی روح ہے۔ جو فتح دیتی ہے۔

اور یہی اصل فتح ہے۔ جس کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ۔ سب انبیاء اور ان کی جماعتوں سے بڑھ گئے آپ کی تلوار کی فتوحات سے دعاؤں اور قربانیوں کی فتوحات بہت زیادہ شاندار تھیں۔ ورنہ

ظاہری فتح

ایسی پائیدار نہیں ہوتی۔ انگریزوں کو دیکھو۔ اس وقت تک لاکھوں فوائد ہیں۔ جو انگریزی حکومت کی وجہ سے ہندوستانیوں کو پہونچ چکے ہیں۔ اور سوائے ہندوستان کے ایشیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جس نے اتنے قلیل عرصہ میں اس قدر

حیرت انگیز ترقی

کی ہو۔ ایران۔ عرب۔ افغانستان سب آزاد حکومتیں ہیں۔ مگر دنیوی ترقی انہوں نے اتنی نہیں کی۔ جتنی ہندوستان نے انگریزوں کے ماتحت کی ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ انگریزوں کی وجہ سے ہندوستانیوں کو بہت فوائد پہونچے۔ آج تعلیم یافتہ طبقہ میں سے ننانوے فیصدی

انگریزوں کے خون کے پیاسے

ہیں۔ اور وہ اگر کھلم کھلا انارکسٹوں کی تعریف نہیں کر سکتے۔ تو گھر میں بیٹھکر اپنی مجالس میں انہیں ضرور سراہتے۔ اور ان کے کاموں کی تعریف کرتے ہیں۔ بلکہ ہندوستانی سرکاری ملازموں میں سے جن کا کام امن کا قیام اور

حکومت سے تعاون

ہے۔ ۹۹۔ فیصدی انگریزوں کے دشمن ہیں۔ اس کے مقابلہ میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دنیا کو فتح کیا۔ مگر وہ فتح کیسی نمایاں ہے۔ حضرت عمرو بن العاص جب وفات پانے لگے۔ تو اس وقت انہوں نے بتایا۔ کہ ایک زمانہ مجھ پر ایسا گزرا ہے جبکہ میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روئے زمین پر سب سے زیادہ برا شخص تصور کرتا۔ اور اس بغض کی وجہ سے میں نے کبھی آپکو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو کھول دیا۔ اور مجھے ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے بعد مجھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی گہری محبت ہو گئی۔ کہ میں

فرطِ عشق

کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا۔ گویا کفر کی حالت میں بغض اتنا تھا۔ کہ میں نے آپ کو اچھی طرح نہ دیکھا۔ اور ایمان کی حالت میں عشق ایسا تھا۔ کہ اس کی وجہ سے میں آپ کو نہ دیکھ سکا اس لئے آج اگر کوئی شخص مجھ سے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ

دریافت کرے۔ تو میں بتانے سے قاصر ہوں۔ یہ کتنی بڑی قلوب کی فتح ہے۔ اس فتح کے مقابلہ میں تلوار کی فتح کوئی حقیقت نہیں رکھتی جب مخالف دیکھتا ہے۔ کہ یہ لوگ شفقت و محبت سے پیش آتے ہیں

تو آخر وہ شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ پس اگر

حقیقی فتح

چاہتے ہو۔ تو یہ طریق اختیار کرو۔ اس کے بعد خواہ کوئی حاکم بھی ہو دراصل تمہارا محکوم ہوگا۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ دلوں کو بدل دیتا ہے۔ تو حاکم بھی غلاموں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب

قتل کا مقدمہ

ہوا۔ تو وہی انگریز ڈپٹی کمشنر جس نے ایک دفعہ کہا تھا۔ کہ اس مدعی مسیحیت کو ابھی تک سزا کیوں نہیں دی گئی۔ اپنے پاس کرسی بچھا کر آپ کو بٹھاتا اور ان کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ کا بیان ہے۔ کہ وہ بٹالہ کے اسٹیشن پر ایک دفعہ گھبرا کر ٹہل رہا تھا۔ اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ تو وہ کہنے لگا اس مقدمہ کا مجھ پر اتنا گہرا اثر ہے۔ کہ میں جدھر جاتا ہوں۔ سوائے مرزا صاحب کے مجھے کوئی اور نظر نہیں آتا۔ اور مرزا صاحب مجھے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہ میں مجرم نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مقدمہ ان کے اخلاف ہے۔ بیانات ان کے مخالف ہیں اور مجھ پر جو واقعہ گذر رہا ہے۔ اس نے مجھے اس قدر پریشان کر رکھا اور اتنا اثر ڈالا ہوا ہے۔ کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ آج تک وہ انگریز ڈپٹی کمشنر اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ اور ہمارے دوستوں کو جو انگلستان میں مبلغ رہ چکے ہیں اس نے بتایا۔ کہ جب مجھ سے کوئی شخص پوچھتا ہے۔ کہ ہندوستان کی سروس میں کوئی سب سے

عجیب واقعہ

سناؤ۔ تو میں مرزا صاحب کے مقدمے کا واقعہ بیان کیا کرتا ہوں غرض جب اللہ تعالیٰ قلوب کو پھیر دیتا ہے۔ تو یہی فتح حقیقی فتح کہلاتی ہے۔ پس

دلوں کو فتح کرنے کی کوشش

کرو۔ اور چاہے لوگ سختی سے پیش آئیں۔ ان سے ایسی محبت اور پیار کا سلوک کرو۔ کہ آخر وہ اس کے نتیجہ میں ہماری جماعت میں شامل ہو جائیں۔ باقی جو لوگ فساد ڈلوانا چاہیں۔ تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ منافق ہیں۔ کیونکہ جب خلیفہ وقت ایک امر کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو جو لوگ شور مچاتے ہوں۔ یا تو سمجھو کہ وہ قومی خادم ہیں اور خلیفہ کے دل میں تمہاری کوئی ہمدردی نہیں اور یا پھر ان کو بیوقوف یا منافق سمجھو۔ اور اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ اصل ہمدردی خلیفہ وقت کے دل میں ہی ہو سکتی ہے۔ تو کیوں تم نے کبھی خیال نہیں کیا کہ ایسے مواقع پر ہمیشہ کمزوروں کو ہی کیوں جوش آتا ہے۔ کیوں خلیفہ وقت کو جوش نہیں آتا۔ اس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان کا جوش کسی اخلاص کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ منافقت اور جماعت میں فساد ڈلوانے کی نیت سے ہے۔ پس میں ایک دفعہ پھر جماعت کو ہوشیار کرتا ہوں۔

الفضل کے خریدار بڑھائے جائیں

یوم التبلیغ کے متعلق۔ محبان الفضل کا جو فرض تھا۔ وہ میں عرض کر چکا۔ اب اس کے نتائج سننے کا امیدوار ہوں۔ مجلس مشاورت کا سالانہ اجلاس اسی مہینہ میں ہوگا۔ اور ہر مقام کی جماعتیں اپنے اپنے کاموں کا محاسبہ کر رہی ہیں۔ میری گذارش ہے۔ کہ الفضل کی توسیع اشاعت بھی ہر احمدی کے لئے ضروری ہے۔ سو اپنی اپنی جگہ دیکھ لیجئے۔ کہ دوران سال میں آپ نے اس بارے میں کیا کوشش کی۔ خریداروں کی تعداد جتنی پہلے تھی۔ اتنی ہی ہے۔ اور اخراجات آمد سے زیادہ ہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ الفضل کی توسیع اشاعت کے لئے ایک خاص کوشش کی جائے۔ اسی سلسلے میں یہ بھی عرض کر دوں۔ کہ اردو ریویو آف ریلیجنز کی خریداری بھی ضروری چیز ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد سب کو معلوم ہے۔ اس کے خریدار بہت ہی کم ہیں۔ ان سب انجمنوں کو چاہیئے۔ کہ اس رسالہ کے خریدار بننے کے لئے تمام لکھے پڑھے احمدیوں کو تحریک کریں۔ اور خواتین جماعت احمدیہ کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے اخبار مصباح کے خریدار بڑھائیں۔ تاکہ اس کے اخراجات آمد سے پورے ہوں۔ خوب یاد رکھو۔ کہ آج کل جس جماعت کا پریس قوی ہوگا۔ وہی ترقی پائیگی (مہتمم طبع واشاعت قادیان)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

سندھ کمیٹی نے حکومت ہند کے پاس جو رپورٹ ارسال کی ہے۔ اس میں مشورہ دیا گیا ہے۔ کہ سندھ کو ایک مستقل صوبہ بناتے وقت جوڈیشل کمشنر کی کورٹ کو ہائی کورٹ میں تبدیل کر دیا جائے۔

آل پارٹیز کانفرنس کے انعقاد کے متعلق بمبئی سے ۱۳ مارچ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ اس کے کارکنوں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ شائع ہونے سے قبل وہ کانفرنس کا انعقاد نہیں کریں گے۔

انقلاب پسند مفرور وں کی نقل و حرکت اور ان کے ساتھ رسل و رسائل پر قیود عائد کرنے کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ چٹاگانگ نے ۱۲ مارچ کی اطلاع کے مطابق احکام جاری کئے ہیں۔ جن کے رو سے بعد نوجوان بعض تھانوں کی حدود میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ نیز ضلع کے بعض رقبہ جات میں انہیں غروب آفتاب سے اس کے طلوع تک دروازے بند رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے حلیوں کے کارڈ اپنے ساتھ رکھیں۔ اور مجاز افسر کے طلب کرنے پر فوراً پیش کریں۔ بعض مخصوص تھانوں کی حدود میں بسنے والے نوجوانوں کو سائیکل کے استعمال کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔

گاندھی جی ۱۲ مارچ کو مسز موتی لال نہرو کی عیادت کے لئے الہ آباد گئے۔ اور ایک گھنٹہ ان کے پاس بیٹھے رہے۔ عوام الناس کثیر تعداد میں جمع ہو گئے۔ اور ان کے پاؤں کو چومنے لگے۔ لیکن اس مدعی خدا پرستی نے اس حرکت سے انہیں منع نہیں کیا۔ بلکہ کہا تو یہ کہا۔ کہ پاؤں چومنے سے کچھ نہیں بنتا۔ مجھے تو پیسہ چاہیئے۔

پنجاب کونسل کے اجلاس میں ۱۳ مارچ کو ممبران کے الاؤنس کی شرح دس سے بارہ روپیہ یومیہ مقرر کئے جانے کی تحریک پیش ہو کر پاس ہو گئی۔ یہ تجویز گذشتہ سال بھی پاس ہوئی تھی لیکن جب اس پر عمل نہ ہو سکنے کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو چیف سکرٹری نے کہا۔ کہ حکومت ایوان کے اصل منشاء کے متعلق شبہ میں رہی۔ صاحب صدر نے کہا کہ ہاؤس کی رائے وہی ہے جو ان کے ووٹ سے ظاہر ہے۔ اس پر عمل کرنا نہ کرنا حکومت کے اختیار میں تھا۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ ایوان کی رائے واضح نہ تھی۔ ایوان اور صدر کی ہتک ہے۔

سرحدی کونسل میں ۱۳ مارچ کو ایک ریزولیوشن پر بحث ہوئی۔ جس کا مفاد یہ تھا۔ کہ حکومت زمینداروں کو ساہوکاروں کی گرفت سے نجات دلائے۔ سابقہ قرضوں کو منسوخ کر دیا جائے۔ اور آئندہ کے لئے عدالتوں کو اختیارات دئے جائیں۔ کہ وہ بذریعہ ثالثی مقروض کی حیثیت ادائیگی کا اندازہ کر لیا کریں۔ حکومت کی طرف سے کہا گیا۔ کہ حکومت قانون سازی کے ذریعہ زمینداروں کو قرض سے نہیں بچا سکتی۔ اس مصیبت کا علاج صرف یہ ہے۔ کہ زراعتی زندگی کو ایک نئے پیمانے پر ترتیب دیا جائے۔ اس مسئلہ پر دہلی میں منعقد ہونے والی بین الصوبجاتی اقتصادی کانفرنس میں بحث ہو گی۔

سر شادی لال کے متعلق لاہور سے ۱۳ مارچ کی ایک خبر مظہر ہے کہ آپ پریوی کونسل کے ممبر مقرر کر دئے گئے ہیں۔ اور چیف جسٹس کے عہدہ سے ریٹائر ہونے کے بعد اپنے جدید عہدہ کو سنبھالنے کے لئے آپ انگلستان روانہ ہو جائیں گے۔

میڈرڈ سے ۱۳ مارچ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ سپین میں اس وقت خانہ جنگی کا شدید احتمال پیدا ہو رہا ہے۔ حکومت نے انتہا پسندوں کے مراکز پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور مزدوروں کی سپیشل فیڈریشن کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے۔ بنابریں تمام ملک میں عام ہڑتال کا اعلان سوشلسٹ لیڈروں نے کیا ہے۔ فسادات کا سخت احتمال ہے۔ کیونکہ مزدور بے حد مشتعل ہیں۔ حکومت بھی پورے طور پر مقابلہ کے لئے تیار ہے۔ خطرہ ہے۔ کہ یہ حالات سپین میں کسی نئے انقلاب کا پیش خیمہ نہ ثابت ہوں۔

وائسرائے کا زلزلہ ریلیف فنڈ ۱۳ لاکھ ۵۲ ہزار روپیہ کے قریب اور بابو راجندر پرشاد فنڈ ۲۱ لاکھ تک پہنچ چکا ہے۔

ڈائرکٹر جنرل محکمہ ڈاک و تار سر طامسن رائن نئی دہلی میں ۱۲ مارچ کو یکایک انتقال کر گئے۔

مہتر چترال نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے موصول شدہ ایک تازہ اطلاع کے مطابق اپنی رعایا کو ایک لاکھ روپیہ لگان و تقاوی کا معاف کر دیا ہے۔

لاہور ڈسٹرکٹ کے مختلف حصص میں ۱۰ و ۱۱ مارچ کی درمیانی شب سخت ژالہ باری ہوئی تھی۔ لاہور سے ۱۳ مارچ کی اطلاع کے مطابق اس سے گیارہ دیہات میں فصلیں بالکل تباہ ہو چکی ہیں۔ حتیٰ کہ مویشیوں کے لئے چارہ تک نہیں ملتا۔ ہزاروں کی تعداد میں جانور ہلاک ہو گئے ہیں۔ بعض مکانات کی چھتیں اڑ گئیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ایک ایک اولہ ڈیڑھ ڈیڑھ پاؤ وزن کا تھا۔

کپورتھلہ کے جاہیروں نے ۱۳ مارچ کی شام کو ایک جلوس نکالا۔ جسے پولیس نے روک لیا۔ اور منتشر کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ لاٹھی چارج کیا۔ جس سے بعض لوگوں کو چوٹیں آئیں۔ دل مذکور کے سکرٹری کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

حکومت ہند نے اعلان کیا ہے۔ کہ بہار کے جو مصیبت زدگان کسی دوسری جگہ سے قرض حاصل نہ کر سکیں۔ انہیں ڈیڑھ ہزار روپیہ تک حکومت قرض دیگی۔ تا وہ اپنے مکانات وغیرہ تعمیر کر سکیں۔

گاندھی جی کے دورہ بہار کے سلسلہ میں بابو راجندر پرشاد نے پبلک سے اپیل کی ہے۔ کہ ان کا دورہ اتنا مفید نہیں ہوگا دورہ میں لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اور نعرے لگاتے ہیں۔ جن سے ان کی قوت سامعہ کو تکلیف ہوتی ہے۔

ریاست پٹیالہ کی طرف سے ۱۴ مارچ کو اعلان کیا گیا ہے۔ کہ بعض اخبارات نے یہ خبر شائع کی ہے۔ کہ وائسرائے ہند نے مہاراجہ پٹیالہ کو بحیثیت چانسلر ایوان والیان ریاست ہائے ہند بلا کر ہدایت کی ہے۔ کہ انگلستان کے قدامت پسندوں کا جو وفد ان دنوں ہندوستان کے حالات کے مطالعہ کے لئے آیا ہوا ہے۔ اس کے سامنے یہ شہادت دیں۔ کہ ریاستوں کو سرکاری دباؤ کے ماتحت فیڈریشن میں شامل نہیں کیا جا رہا لیکن یہ خبر سرتاپا غلط ہے۔

مسٹر جناح نے ۱۴ مارچ کو اعلان کیا ہے۔ کہ مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس ۱۳ مارچ کو لیگ کے دفتر میں ہوگا۔ جس میں لیگ کی دونوں جماعتیں آپ کی صدارت جمع ہونگی۔

لنڈن سے ۱۴ مارچ کی ایک خبر ہے۔ کہ جاپانی اور برطانی ڈیلی گیٹوں میں ٹیکسٹائل امور کے متعلق جو گفت و شنید ہو رہی تھی وہ منقطع ہو گئی ہے ۔

پیرس سے ۱۲ مارچ کی ایک خبر مظہر ہے۔ کہ فرانس نے از سر نو اپنی فوجی تنظیم کا فیصلہ کیا ہے۔ اور اس کے لئے دو کروڑ ستر لاکھ پونڈ کی رقم منظور کی گئی ہے۔

امان اللہ خان کا ایک رشتہ دار امین جان سرحد افغانستان کے قریب قبیلہ ملاخیل کے علاقہ میں موجود ہے۔ دہلی سے ۱۴ مارچ کی اطلاع کے مطابق پولیٹیکل ریذیڈنٹ نے اس قبیلہ کے ملکوں کا جرگہ کر کے انہیں الٹی میٹم دیا ہے۔ کہ وہ اس سے قطع تعلق کر لیں۔ اور یرغمال دیں۔ اہل قبیلہ نے اس مہلت میں توسیع کی درخواست کی ہے۔

کاٹھیاواڑ کی ایک ریاست سردار گڑھ کے حکمران سردار حسین یار خان پر والئے ریاست جوناگڑھ نے یہ الزام لگایا تھا۔ کہ اس کے مفروروں کو سردار موصوف پناہ دیتا ہے۔ حکومت کی طرف سے تحقیقاتی کمیشن مقرر ہوا۔ جس نے رپورٹ کی ہے۔ کہ سردار مذکور پر یہ الزام صحیح ہے۔ اسے عمر بھر کے لئے قلعہ احمد نگر میں نظر بند کر دیا جائے۔ اور تین سو روپیہ ماہوار الاؤنس دیا جائے۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی